شعبۂ تعمیر و ترقی

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

★ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ ★ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۶۸ء

تعمیر حیات

★ قیمت فی پرچہ ۳۰ پیسے ★ چندہ سالانہ سات روپیہ

ایڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

Phone 92948 Regd No. L 1981

TAMEER-E-HAYAT

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

مسئلہ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے! قیمت:- ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی حیات آفریں تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ رد عیسائیت، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت، تاریخ اور ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے الفاظ میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے، اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔ قیمت عہ

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی رح، سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، گہری تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے قیمت مجلد ۲ روپیہ

صدر پاکستان

جناب محمد ایوب خان کی خود نوشت سیاسی سوانح حیات کا اردو ایڈیشن

"جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی"

عمدہ کاغذ ٹائپ کی بہترین طباعت خوبصورت ٹائیٹل قیمت پندرہ روپیہ

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

صاحب دعوت

اگر کوئی شخص باطل کے مقابلہ کیلئے میدان میں آئے اور مسلمانوں سے تعاون ورفاقت کا خواستگار ہو، اور اس کو ایک دینی خدمت سمجھتا اور کہتا ہو، اور اسی دینی بنیاد پر مسلمانوں کی تائید ورفاقت کی امید رکھتا ہو اور عام طور پر یہ مشہور ہو کہ فلاں شخص اسلام کی حمایت کیلئے کھڑا ہوا ہے اور اہل باطل سے نبرد آزما ہے، تو تمام اہل اسلام کو چاہیئے کہ باوجود قوم و برادری کے اختلاف کے دینی حمیّت و اسلامی غیرت کے جذبہ کے ساتھ اس کی رفاقت اختیار کریں اور اسکی حمایت و اعانت فرض عین سمجھیں، اور اس بات کی تبلیغ کریں کہ اہل دین فلاں شخص کی تائید پر مجتمع ہیں اور اہل باطل کے خلاف اپنی جدوجہد کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اسی لئے ہم بھی اسکے ساتھ ہیں، اور تم سب کو چاہیئے کہ اس کا ساتھ دو!

اگر ذکر الٰہی اور خدمتِ دین کا عنصر اس میں اس طرح ظاہر و باہر ہو، تو ایسا شخص صاحب دعوت اور واجب الاطاعت ہے، اس کی نیت پر شبہ کرنا ممنوع اور اسکے ظاہری اقوال و اعمال ظاہر شرع میں مسموع ہیں

مولانا اسماعیل شہیدؒ

"منصب امامت"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پندرہ روزہ **تعمیر حیات** لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۵ | ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۶۸ء | شمارہ ۱۸

اس شمارے میں

عنوانات	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	ایڈیٹر	۳ - ۴
ایک دو ساعت صحبتے با اہل دل	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۵
دینی تعلیم کا مسئلہ	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۶
مقام ابراہیم علیہ السلام	محمد ولی عبد اللہ	۷
شعر و ادب	رئیس الشاکری، ابو الاسرار رمزی	۸
ممالک عربیہ میں یہودیوں کے ناپاک عزائم	اقبال احمد اعظمی ندوی	۹
عربوں کی شکست کا سب سے بڑا سبب	ڈاکٹر صلاح الدین المنجد	۱۰ - ۱۱
مولانا محمد یوسف صاحبؒ	شمس تبریز خاں	۱۲
استخلاص بیت المقدس	مولانا راغب حسن صاحب	۱۳
تعمیری منصوبہ	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	۱۴
مکتوب لندن	مولانا عبد اللہ عباس ندوی	۱۵
میمورنڈم بنام اندرا گاندھی	ظفر احمد صاحب ایڈوکیٹ	۱۶
نیل کے مجاہد	سید صدیق نسیم ندوی	۱۷
. . . .	. . .	۱۸
نئی دنیا	سید ضیاء الحسن ندوی	۱۹

پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر سید محمد الحسنی نے شاہی پریس امین آباد میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

ایک مقصد، ایک نظام، ایک نعرہ!

از سید محمد الحسنی

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا صحیح اور عملی راستہ کیا ہے؟ اور وہ کون سی شاہ کلید ہے جس سے ان کے تمام مسائل کے قفل کھل سکتے ہیں، اور جس کے ذریعہ وہ نہ صرف اس ملک میں باعزت مقام حاصل کرسکتے ہیں بلکہ اپنا وہ تاریخی کردار بھی ادا کرسکتے ہیں، جو امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتا ہے تو پورے اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اسکی عظمت وقدرت کو سامنے رکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ شاہ کلید صرف ایک ہے۔

ہوشمند اور جری قیادت اور اسلامی اتحاد واخوت۔

یہ قیادت آسمان سے اتر کر نہیں آئیگی۔ اسکو انھیں برے بھلے انسانوں کے اندر سے ابھرنا ہے جو نہ شیطان ہیں نہ فرشتے لیکن کچھ کرنے کا جذبہ اور حوصلہ رکھتے ہیں، اور ہوشمندی و جرأت کے ساتھ یہ میدان سر کرنا چاہتے ہیں اسی طرح یہ اسلامی اتحاد خوش کن نظریات آراستہ و پیراستہ خیالات اور منطق یا مناظرہ پر قائم نہیں ہوگا۔ یہ اتحاد تو اسلام کی ابدی دعوت ہے، اسکی اساس ہمیشہ سے موجود اور عہد نبوت سے قائم ہے اسکو بھی سے برآمد کرنے یا کسی کمیٹی سے مرتب کرانے اور اسکے لئے بہت زیادہ فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

یہ اساس یہ ہے،

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ — خدا کی رسی مضبوطی سے تھام لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔

یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۔ — اے ایمان والو صبر کرو اور ایکدوسرے کو صبر سکھاؤ اور جمے اور ملے رہو، اور خدا کا پاس ولحاظ کرو، شاید تم کامیاب ہو۔

یہ بنیاد یہ ہے؛

المسلمون کالجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسہر والحمی — مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، اگر ایک عضو کو کوئی شکایت ہوجاتی ہے تو سارا جسم بے چینی اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

ہمکو وہی اسلامی اتحاد درکار ہے جو خدا و رسول کی تعلیم وہدایت پر قائم ہو اور ہر چیز سے بلند وبالاتر ہو وہ سیاسی

اور وقتی اتحاد نہ ہمکو مطلوب ہے نہ ہمارے لئے مفید، نہ حقیقی ہے نہ دیرپا جو مفادات و اغراض پر قائم ہو اور ہر لمحہ خطرہ کی زد میں ہو، لیکن یہ اتحاد صرف نماز روزہ کا اتحاد نہیں ہوگا، اسکا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ نماز کے مسئلہ پر تو سارے مسلمان متحد ہوجائیں لیکن اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دینے پر جو انکو نمازی اور سچا وپکا مسلمان نہ بناسکے متحد ہونے کو سیاسی نعرہ بازی STINT سمجھیں، روزہ پر تو متحد ہوجائیں اور بڑے شوق سے سحری کھائیں افطار کریں اور تراویح پڑھیں شبینہ کا اہتمام کریں لیکن مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ اور فسادات کی روک تھام کیلئے اگر کوئی کوشش کیجائے تو انکو ایک خالص سیاسی کام سمجھکر اس سے بےتعلق ہوجائیں، حج پر تو سب متحد ہوں، اس پر دل کھولکر روپیہ خرچ کریں، اور بار بار حج کو جائیں لیکن مسلمانوں کے معاشی مسائل کو حل کرنے اور انکی گرتی ہوئی اقتصادی حالت کو سنبھالنے کیلئے کوئی کوشش کیجائے تو اسکو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھیں یا اسکو تضیع اوقات سمجھیں،

عید، بقرعید، قربانی، عقیقہ اور نکاح و شادی کو ایک خالص دینی کام اور کار ثواب سمجھکر اس پر پانی کی طرح اپنی دولت بہائیں اور مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے خلاف کوئی جدوجہد کیجائے تو اسکو ایک خالص سیاسی کام سمجھکر اس سے اپنی جان چھڑا لیں۔

اسلامی اتحاد میں اس طرح کی کوئی تقسیم نہیں، یہاں دین و سیاست کی کوئی تفریق نہیں، اسلئے اس اڈھیڑبن میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ یہ اتحاد آخر کس چیز پر ہوگا کس کے خلاف ہوگا، کس کے حق میں ہوگا؟

یہ اتحاد مسلمانوں کے ہر مسئلہ پر ہوگا اسلئے کہ انکا ہر مسئلہ دین کے دائرہ میں آتاہے، اور جو دین کے باہر ہے وہ کم ازکم مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہوسکتا، کسی اور قوم کا ہوسکتا ہے، اگر نیت درست ہو اور شریعت کی پابندی ہو تو کھانا پینا ہنسنا بولنا اور بعض وہ کام جن کو یکسر دنیاوی یا جبلی سمجھا جاتاہو بھی عبادت ہے اور اگر حدود شریعت کی پاسداری نہ ہو یا نیت میں کھوٹ ہو تو نماز روزہ بھی دنیاداری اور سیاست ہے،

ہمیں ایک ایک مسئلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ لڑنے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے اور اس میں ناکامی بھی اٹھانی پڑتی ہے کہ ہمارا کوئی پلیٹ فارم نہیں، کوئی تنظیم نہیں، کوئی وحدت نہیں، کوئی پرچم نہیں کوئی قیادت نہیں،

بھوپال میں ایک بزرگ ہیں، شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی، انھوں نے ایک موقع پر ایک دلچسپ حکایت بیان فرمائی جس سے ہمیں اس مسئلہ کو سمجھنے میں مدد ملیگی، یہ حکایت ان کے الفاظ میں تو مجھے یاد نہیں لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک بیگم صاحبہ تھیں جو اکثر ان کے یہاں دعا کرانے آتی رہتی تھیں ایک دن کوئی بات پیش آئی اور وہ حسب معمول دعا کرانے پہونچیں تو انھوں نے دعا کرنے کے بجائے یہ کہا کہ بیگم صاحبہ مرغی پال لو مرغی، وہ سمجھیں نہیں تو پیر صاحب نے زور دیکر یہی بات کہی، اور پھر ان کو بتایا کہ ایک بیگم صاحبہ تھیں جن کے پڑوس میں ایک بڑی بی رہتی تھیں، جن کے پاس ایک مرغی تھی، جب بیگم صاحبہ کو ضرورت پڑتی تو وہ بڑی بی سے انڈا مانگتیں، جب روز روز یہ ہونے لگا تو ایک دن بڑی بی نے ان سے کہا کہ بیگم صاحبہ مرغی پال لو مرغی، ہر روز انڈا مانگنے آتی ہو اس سے کیا فائدہ، کبھی ملا کبھی نہ ملا خود مرغی پال لو اس جھگڑے سے بچ جاؤگی اور انڈے بھی روز ملیں گے۔ پھر انھوں نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ تم روز روز دعا کرانے آتی ہو اسمیں کتنی دشواری ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ خود دعا کرنا سیکھ لو، یہاں آنے کی زحمت سے بچ جاؤ گی۔

ہم اگر انصاف کریں تو نظر آئیگا کہ ہم مسلمانوں کا بھی آج کل کچھ یہی حال ہے ہم ملت کے اس بڑے بوجھ کو علیحدہ علیحدہ اٹھانا چاہتے ہیں مل کر نہیں، اور جب وہ ہم سے نہیں اٹھتا، تو مایوسی کا شکار ہونے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں۔

ہمکو ہر کام کیلئے نئی شیرازہ بندی کرنی پڑتی ہے اور نیا فنڈ اکٹھا کرنا پڑتا ہے ہم ہر بار ایک نیا آشیانہ بناتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ہوا کا ایک جھونکا اسکو اڑا لے جاتا ہے۔ ہم ہر مسئلہ کے لئے نئے سرے سے سفر شروع کرتے ہیں اور قبل اس کے کہ ہم اپنے سفر کا آدھا راستہ بھی طے کریں وہ مسئلہ ہمارا انتظار کئے بغیر برا بھلا جس طرح بھی ہوتا ہے حل ہوجاتا ہے، علیگڈھ کا مسئلہ ہو، یا دینی تعلیم کا، فسادات کا، یا ملازمتوں کا، پرسنل لا کا، یا مشترکہ کلچر کے نعرہ کا اردو کا یا الکشن میں مسلمانوں کی فیصلہ کن شرکت کا، ہم کسی مسئلہ پر بھی اپنا وزن یا ثقل نہیں ڈال سکتے۔ کسی مسئلہ پر اپنی مجموعی صلاحیتوں کو مرکوز نہیں کرسکتے، کسی مسئلہ کو وسیع پس منظر میں نہیں دیکھ سکتے اور اپنے وسائل اور قوتوں کو یکجا نہیں کرسکتے، اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ہمارے اندر عرصہ سے قیادت اور اتحاد کا فقدان ہے۔

یہ مسائل جو ہمارے سامنے چیلنج بنکر خطرہ کی گھنٹی بنکر بلکہ خدا کی تنبیہ بنکر بار بار سامنے آتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ہم نے اپنی صفوں میں ان کے لئے معمولی شگاف نہیں بلکہ بڑے بڑے ہموار راستے پیدا کردیئے ہیں، اور ان کو ہمارے اوپر شبخون مارنے کا نہیں دن دھاڑے ڈاکہ ڈالنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ (باقی ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

یک دو ساعت صحبتے با اہلِ دل

مجلسے

حضرت شاہ محمدؒ یعقوب صاحب مجددیؒ

(از- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ)

۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۸ر مارچ ۱۹۶۷ء بروز شنبہ بوقت ۱۰ بجے تا ۱۱ بجے

فرمایا: لوگوں نے مشائخ کے اتباع میں بہت غلو کر رکھا ہے، ان کی نقل وتقلید کو مقصود اور ان کی اطاعت کو اطاعت مطلق سمجھتے ہیں، حالانکہ اصل اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت اور ان کا اتباع ہے، مشائخ اس کا ذریعہ ہیں، کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے کہ ؎

ان کے کوچہ کی خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

مشائخ و علماء کی نقل وتقلید اور اتباع وپیروی کی، جو حقیقت ہے اور اس کے جو حدود ہیں، ان کا نمونہ نماز میں نظر آتا ہے کہ امام کی تکبیر پر قیام و رکوع کیا جاتا ہے اور ہر رکن و ہر جز میں اسکی پیروی کی جاتی ہے، لیکن جب اسکو سہو ہو جاتا ہے تو مقتدی اللہ اکبر کہنے لگتے ہیں (یا سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے) یہ اللہ اکبر، سبحان اللہ بھی ایک طرح کی مختصر نویسی یا شارٹ ہینڈ ہے جس میں بہت بڑی عبارت مضمر ہے، یعنی یہ کہ اب آپ سے سہو ہوگیا ہے آپ اس کی اصلاح کیجئے، گویا مقتدی بجائے اس کی پیروی کرنے کے اس کی رہبری کرنے لگتے ہیں، اسی طرح مشائخ و علماء چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہیں، اسی لئے ہم ان کے قدم پہ قدم رکھتے ہیں، گویا پیروی رسول ؐ کی ہے۔

شب میں مجلس مشاورت کے زیر اہتمام جلسہ ہوا تھا، راقم الحروف نے اپنی تقریر میں یرموک کے موقع پر میدان جنگ میں حضرت خالدؓ کی معزولی کا مشہور واقعہ بیان کیا تھا، اور حضرت خالدؓ کے ایثار، قربانی و بےنفسی کی طرف اشارہ کیا تھا، جو ان سے اس نازک موقع پر ظاہر ہوئی اور جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے، حضرت نے مولوی نعمان صاحب سے پوچھا کہ کل کی تقریر کا کیا موضوع تھا اور کیا کہا گیا؟ مولوی نعمان صاحب نے اس کے بعض مضامین کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کا بھی ذکر کیا حضرت نے بہت پسند فرمایا، اور دیر تک گفتگو کا یہی موضوع بنا رہا۔ فرمایا کہ یہ للہیت اور ایثار و بےنفسی کی بے نظیر مثال ہے، اس کے مقابلہ میں اس زمانہ کے اہل علم و دین کی انانیت، نفسانیت اور بات بات پر مشتعل و مغلوب الغضب ہو جانے کے بہت سے واقعات سنائے، ایک جگہ شہر کے بہت سے مسلمانوں نے ایک نوجوان عالم اور عالی خاندان صاحبزادے سے جو جوان صالح اور ذی علم نوجوان ہیں جمعۃ الوداع میں جامع مسجد میں نماز پڑھانے اور خطبہ دینے کی خواہش ظاہر کی، ان کے پیہم اصرار اور مسلسل تقاضوں سے انھوں نے منظور کرلیا، جامع مسجد کی کمیٹی ادارہ نے بھی اس کی اجازت دیدی اور مسجد کے خطیب صاحب کو اس کی اطلاع بھی کردی گئی کہ فلاں صاحب نماز پڑھائیں گے، وہ صاحبزادے آگئے، نمازی اور اہل شہر اس کے منتظر اور مشتاق تھے لیکن سوئی جیسے ہی ایک پر پہونچی، اور ٹن کی آواز آئی خطیب صاحب بجلی کی طرح لپک کر منبر پر پہونچ گئے اور خود خطبہ دیا، اور نماز پڑھائی، لوگوں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ صاحبزادہ نے بڑی سلامت روی اور ایثار سے کام لیا اور کسی قسم کا نزاع اور فساد مسجد میں نہیں ہونے پایا، فرمایا کہ اگر وہ امام صاحب ان صاحبزادہ کو ایک مرتبہ نماز پڑھانے کا موقعہ دیدیتے تو ان کی حوصلہ افزائی ہوتی اور ان کا کوئی حرج نہ ہوتا، اس کے بالمقابل ایک مرتبہ مولانا عبدالشکور صاحب نے میرے کہنے پر نماز پڑھائی آیت لھم اجر غیر ممنون (۰) کے بجائے و لھم اجر غیر ممنون پڑھا، سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ شاید میں نے لھم اجر غیر ممنون کے بجائے فلھم اجر غیر ممنون پڑھا ہے؟ انھوں نے اتنا ہی فرمایا تھا کہ ایک صاحب جو مسائل سے بھی اچھی طرح واقف نہ تھے، اور بہت سادہ لوح، اور بھولے آدمی تھے، فوراً بولے کہ نماز دہرائی جائے۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے بالکل بحث نہیں کی اور نہ برا مانا، میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ نماز دہراؤں؟ میں نے کہا کہ آپ اس کا بالکل نہ خیال کریں یہ صاحب بہت سیدھے اور بھولے آدمی ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی مسجد میں دیکھا کہ ایک صاحب مسجد کے سقایہ سے پانی لیکر مسجد کے پتھر پر کپڑے دھو رہے ہیں، میں نے کہا کہ سقایہ میں پانی یوں ہی کم رہتاہے، آپ کپڑے دھوئیں گے تو نمازیوں کے وضو کیلئے پانی نہ ملے گا، کہنے لگے کہ یوں ہی معمولی طور پر کپڑے کھنگال رہا ہوں، میں نے کہا کہ مسجد میں یہ مناسب نہیں ہے، بس یہ سننا تھا کہ طیش میں آگئے اور میرا گلا پکڑ لیا، مولانا عبدالشکور صاحب موجود تھے، وہ جھپٹ کر میرے سامنے آگئے کہ وہ اس حملہ کو اپنے اوپر لے لیں، میں نے کہا کہ آپ رہنے دیجئے اور ان کو اپنا غصہ اتار لینے دیجئے، اگر میں صبر و تحمل سے کام نہ لوں اور سختی کا جواب سختی سے دوں تو میں اس گدی کے قابل نہیں اور میں بھی ایک بازاری آدمی ہوا۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اسی لئے یہاں آئے ہیں۔ اسی طرح سے حیدرآباد کا واقعہ ہے کہ رمضان کا زمانہ تھا، میں کسی ضرورت سے شہر میں کام کے لئے نکلا، بارش ہونے لگی، مجھے بڑا قلق تھا کہ مسجد کی جماعت فوت ہوگئی، میں کہاں آکر پھنس گیا، ایک ڈیوڑھی قریب تھی میں اسی بارش سے بچنے کیلئے کھڑا ہوگیا، نظر اٹھائی تو احاطہ میں ایک مسجد تھی بہت خوش ہوا، اذان ہوچکی تھی، میں اس میں چلا گیا، ایک افغانی صاحب مسجد کے صحن میں کھڑے ہوئے تھے، وہ نہایت ناراض ہوئے اور غصہ میں آکر بہت سخت سست کہا، میں نے کچھ عرض کیا تو اور مشتعل ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں نے ایسے مقدس صورت کے لوگوں کو بہت سیندھی، شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے ہی بہت سے بھائی سیندھی، شراب پیتے ہیں اور جب وہ پیتے ہیں، تو گویا میں ہی پیتا ہوں، غرض ان کا غصہ کسی طرح دھیما نہ ہوتا تھا— جماعت کھڑی ہوئی اور وہ صاحب نماز میں شریک ہوگئے، نماز کے بعد وہاں مصافحہ کا رواج تھا، گویا یہ بھی ایک سنت مؤکدہ ہے، جب انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا، تو وہ معذرت فرمانے لگے اور مجھ سے معافی مانگی، میں نے عرض کیا، اگر وہ چار ہاتھ بھی لگا دیتے تو میں بہت خوش ہوتا کہ میں نے اللہ کے راستہ میں کچھ مار کھائی فرمایا کہ ہر موقع پر جواب دینے اور حساب بیباق کرنے کی ضرورت نہیں ہے بعض وقت طرح دینا اور نظر انداز کردینا ہی مناسب ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا مسئلہ تمام مسائل سے زیادہ نازک اور اہم ہے

ہمارے دولت مندوں اور سرمایہ داروں کو سوچنا چاہیئے کہ انکا کردار اس مسئلہ میں کیا رہا

دینی تعلیمی کونسل کے جلسۂ عام میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی تقریر

(گذشتہ سے پیوستہ)

جب ایسی اندھیر نگری کسی ملک میں ہوتی ہے تو وہ ملک غلام بنالیا جاتا ہے، خدا کے یہاں اندھیر نہیں ہے، خدا بغیر استحقاق کے بغیر کسی قصور کے اتنے بڑے ملک کو جہاں دودھ کی نہریں بہتی تھیں جس کی زمین سونا اگلتی تھی جو دوسروں کا پیٹ بھر سکتا تھا، سات سمندر پار کے ایک قوم کو بلاکر غلام نہیں بناتا یہ خدا کے عدل وانصاف کے خلاف ہے یہ اس لئے ہوا کہ اندھیر نگری تھی، بدانتظامیاں تھیں، کسی کی معقول بات سنی نہیں جاتی تھی اور مسلمان بھی اس میں قصور وار تھے، مغلیہ حکومت کے آخری فرمانروا، وہ صرف نام کے بادشاہ تھے اور وہ نااہل ہوگئے تھے اور کسی مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتے تھے۔

ہماری کتابوں میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ کفر برداشت کرلیتا ہے، ظلم برداشت نہیں کرتا، جب یہاں ظلم عام ہوگیا، جب یہاں حقوق تلف ہونے لگے، ایک شخص نے ایک شخص کا روپیہ دبالیا، دیتا نہیں، ایک شخص کسی کا قرضدار ہے اس کے سینہ پر چڑھا بیٹھا ہے، راستوں میں بدامنی پیدا ہوگئی — قافلے لٹنے لگے، شہروں کا نظم ونسق معطل ہوگیا، تب اللہ تعالےٰ نے اس ملک کے لوگوں پر رحم فرمایا، باہر سے انگریزوں کو بلاکر اس ملک کا انتظام کردایا، اس کے بعد جب انگریزوں نے اس ظلم پر کمر باندھی اور خدا کو ان سے جو کام لینا تھا لے چکا تو کان پکڑ کر ان کو بھی یہاں سے نکال دیا گیا اور اس ملک پر اسی ملک والوں کی حکومت قائم کردادی، مسلمان ہندو، سکھ، عیسائی جتنے بھی یہاں فرقے ہیں سب کا یہ ملک ہے، سب کی یہ حکومت ہے، اس وقت ہماری حکومت کو چاہیئے تھا کہ وہ انگریزوں سے زیادہ آزادی دیتی، یہاں کے باشندوں کو انگریزوں سے زیادہ مطمئن کرنے کی کوشش کرتی، اور مجھے تو یہ کہنا بھی چبھ رہا ہے، انگریزوں سے زیادہ کیا معنی؟ انگریز تھے کون؟ پردیسی! انکا کیا حق تھا، اس ملک میں رہنے کا، جب یہ ملک آزاد ہوا تو اس بات کی ضمانت ہونی چاہیئے تھی کہ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے فرائض ادا کرنے اور اپنی اولاد کو اپنے مذہب پر ثابت قدم رکھنے اور اس میں رنگ دینے کی پوری آزادی ہے تو اگر ایسی بات ہوتی تو یہاں مسلمان کتنا خوش ہوکر اور سینہ تان کرکے نکلتا اور کہتا کہ جس ملک میں ہم اپنے بچوں کو اپنے نونہالوں کو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنا جیسا بنا سکتے ہیں، بلکہ اپنے سے اچھا بنا سکتے ہیں اور جس ملک میں ہم کو اپنے قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی آزادی حاصل ہے، ہم اپنے نظام تعلیم میں آزاد ہیں اپنے پرسنل لا میں آزاد ہیں اپنی گھریلو زندگی میں آزاد ہیں اور اپنی زبان کے معاملے میں آزاد ہیں، کوئی ہماری زبان کو نہیں چھیڑتا کوئی ہمارے کلچر کو نہیں چھیڑتا۔ اس ملک کو کوئی بری نگاہ سے دیکھے گا تو ہم اس کی آنکھ نکال لیں گے۔

مسلمانوں کے اندر یہ جوش پیدا ہوتا، جب کسی فرقے کو غیر مطمئن بنادیا جائے جان بوجھ کر یا بلا ارادہ اس کے اندر اور بے چینی پیدا ہوجائے تو وہ گرمجوشی ان کے اندر باقی نہیں رہتی، وہ تیزی ذوق ان کے اندر باقی نہیں رہتا، پھر وہ اس ملک پر جان دینے کے لئے اسی طرح سے تیار نہیں ہوتا جس طرح سے اپنا آدمی دیکھئے وہ سپاہی محاذ جنگ پر کس طرح لڑتا ہے جس کو اطمینان ہے کہ میرے گھر کی سب رکھوالی کرتے ہیں

میری بہو بیٹیوں پر کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا، پورے دیہات اور گاؤں میں مشہور ہے کہ بھائی اس گھر کا ایک آدمی ہماری جانوں کی حفاظت کے لئے گیا ہوا ہے، خبردار جو ان کے بچوں پر کسی نے ہاتھ اٹھایا، اگر دوسرے کے بچوں کو کوئی مارے تو ان کے گھر کے بچوں کو کوئی نہ مارے اسلئے کہ ہم سب تو یہاں بیٹھے ہوئے کھا پی رہے ہیں، مزے اڑا رہے ہیں اس گھر کا جو مالک ہے اس گھر کا جو بڑا ہے وہ محاذ جنگ پر ہتھیلی پر سر رکھے ہوئے ہماری جانوں ہماری عزتوں کی حفاظت کے لئے مر رہا ہے، اس کے گھر کے بچے اپنے گھر کے بچوں سے زیادہ عزیز ہونے چاہئیں جبکہ اس محاذ جنگ کے سپاہی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح سے میرے گھر کی حفاظت کی جارہی ہے اس طرح سے میرے گھر کے بچوں کو سینے سے لگایا جارہا ہے اس طرح سے میرے گھر کا سودا سلف لوگ لے آتے ہیں تو وہ کس طرح لڑے گا وہ اس طرح لڑے گا کہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہادے گا، لیکن اگر سپاہی کو یہ اطمینان نہیں ہے تو اس کو ہزار عمدہ راشن دیجئے، ہزار ہتھیار دیجئے اور ہزار مرتبہ شاباشی دیجئے وہ بے جگری کے ساتھ نہیں لڑ سکتا، قانون قدرت یہ ہے کہ سپاہی کو مطمئن کرو، سپاہی کو ان کے گھر کی طرف سے مطمئن کرو، سپاہی کو اس کے مذہب کی طرف سے مطمئن کرو، سپاہی کو اس کے بچوں کی طرف سے مطمئن کرو، بچوں کے مستقبل کی طرف سے بھی مطمئن کرو، اور اگر وہ ملک کی عزت کے لئے کٹ مریگا تو پورا ملک اس کے بچوں کا باپ بن جائیگا، پوری حکومت اس کے بچوں کے باپ بن جائے گی، پھر اس سے جو چاہو قربانی لے لو، مگر افسوس ہے کہ یہ موٹی موٹی حقیقتیں، یہ بدیہی حقیقتیں ہمارے ان ذہین افراد کے سمجھ میں نہیں آئیں جنہوں نے دنیا کے دستور کا اور بڑے بڑے سیاسی نظاموں کا مطالعہ کیا ہے ان کیلئے یہ بات تو ایسی تھی کہ ہمارے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو اس پر گھٹنہ ٹیک دینے چاہئے تھے مگر وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھتے رہے، معلوم نہیں کیا کیا چیزیں، کیا کیا تصورات ملک کے کیسے کیسے خیالی نقشے ان کو پریشان کرتے رہتے ہیں ان اہم حقیقتوں کو زبان کی حقیقتوں کو تعلیم کی حقیقتوں کو اور کلچر کی حقیقت کو آج تک بھلانے اور نظرانداز کرنے کا رجحان آج تک چلا آرہا ہے، مسلمان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ صورت حال برداشت "باقی ۱۶ پر"

مطالعہ وتحقیق

مقام ابراہیم علیہ السلام

معلومات اور حقائق

بقلم الشیخ محمد طاہر الکردی مکۃ المکرمۃ
ترجمہ:۔ محمد ولی عبداللہ نوروی جدہ

(قسط اوّل)

۱۸ رجب ۱۳۸۷ھ سنیچر کو عصر کے بعد شاہ فیصل ابن عبدالعزیز نے مقام ابراہیم کی نئی عمارت کا افتتاح کیا، سابق مقام ابراہیم جو کہ ایک گنبد اور تابوت نما شکل میں بند تھی اور جس نے کافی جگہ لے رکھی تھی — گویا عمارت پہلے زمانے کے لحاظ سے بہتر عمارت تھی، لیکن چونکہ ہرسال حاجیوں کی تعداد بڑھتی ہی جاتی ہے جس کی وجہ سے چار پانچ سال سے دسویں ذی الحجہ کو کئی حادثے ملتزم اور مقام ابراہیم کے درمیان پیش آئے، لہذا سابق عمارت کو گراکر مقام ابراہیم علیہ السلام کو ایک بلورین کانچ کے گنبد میں رکھدیا ہے جس کی ہر شخص آسانی سے زیارت کرسکتا ہے۔

افتتاح کے وقت شاہ فیصل کے علاوہ علماء، وزراء اور سفراء ممالک اسلامیہ بھی موجود تھے۔

تھوڑی دیر کے لئے زمانۂ ماضی کی طرف لوٹیں تو معلوم ہوگا کہ سابق مقام ابراہیم علیہ السلام کی عمارت کو بدلنے کے لئے سب سے پہلے اس ناچیز نے اپنی کتاب "مقام ابراہیم[۲]" جو کہ ۱۳۶۸ ہجری میں لکھا تھا، اور حکومت سے التجا کی تھی کہ مقام ابراہیم کی سابق عمارت اور لکڑی کے تابوت کو گراکر اس کو کانچ سے ڈھک دیا جائے، اس کے بعد مسجد حرام کی توسیع ۱۳۷۵ ہجری میں عمل میں آئی اور ابھی تک جاری ہے اور عنقریب ختم ہونے والی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ میری ناچیز رائے کامیاب ہوئی، اگرچہ ۱۹ سال کے بعد۔

ہزاروں سال سے مقام ابراہیم کا کعبہ معظمہ کے جوار میں ہونا ایک باقی رہنے والا ظاہری معجزہ ہے، اور ابراہیم خلیل اللہ کی یادگار ہے اور آپ کے مزید اکرام کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم لوگ آپ کے مقام کے پاس نماز پڑھیں۔ سورہ بقرہ میں حق تعالےٰ فرماتے ہیں واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (اور مقام ابراہیم کو (کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو) (بیان القرآن)

مقام ابراہیم کعبہ معظمہ کے دروازے کے مقابل واقع ہے اور لوگ آیات کے نزول کے پہلے وہاں نمازیں پڑھتے ہیں اور تا قیامت انشاء اللہ پڑھتے رہیں گے۔

قرآن شریف میں سورۂ آل عمران کی آیت اِنّ اوّل بیتٍ سے غنیٌّ عن العالمین تک پڑھکر آپ اس کے معانی پر غور کریں تو آپ کو بیت اللہ کی اور مقام ابراہیم کی فضیلت نمایاں طور پر معلوم ہوجائے گی۔ اور یہ کہ خلیل اللہ کا اللہ تعالےٰ کے نزدیک کیا مقام تھا۔

سعودی حکومت کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے کہ اس نے اس مقام کو منظر عام پر کردیا جسکی وجہ سے اس مقام کی حقیقت اسلامی دنیا کے نزدیک ظاہر ہوگئی۔ بعض عوام کا یہ خیال تھا کہ یہ مقام خلیل اللہ کا مدفن ہے اور بعض یہ سمجھ رہے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عبادت اور نماز کی جگہ ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مقام ابراہیم ایک چونے کے جنس کا سنگ ہے جس پر کھڑا ہوکر سیدنا ابراہیم[۲] نے کعبۃ اللہ کی عمارت تعمیر کی تھی اور جبکہ کعبۃ اللہ کی دیواریں بلند ہوئیں کہ وہاں تک بغیر زینے پر چڑھے تعمیر ممکن نہ تھی تو گویا یہ سنگ اس وقت زینہ یا اسقالہ کا کام دیتا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام نے جبکہ کعبۃ اللہ کی تعمیر ختم کی تو اللہ تعالےٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کی منادی کردیں تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس محترم مقام (سنگ) پر کھڑا ہوکر لوگوں میں منادی کردی کہ اس بیت الحرام کی زیارت کو آئیں جیسا کہ سورۂ الحج کی ابتدا میں حق تعالےٰ جل شانہ نے فرمایا واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (اور ابراہیم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کردو، لوگ تمہارے پاس حج کو چلے آویں گے پیادہ بھی اور اونٹوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہونچی ہونگی — (بیان القرآن)

حق تعالےٰ کا یہ حکم سنکر ابراہیم[۲] بول اٹھے کہ یارب کس طرح لوگوں تک پہونچاؤں جبکہ ان تک میری آواز نہیں پہونچ رہی ہے! اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم پکارو، پہونچانا ہمارے ذمہ ہے، یہ سنکر ابراہیم علیہ السلام مقام پر کھڑے ہوگئے اور پکارنے لگے۔ اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے تم اس کا حج کرو، (اس کی زیارت کرو)۔

آپ کی یہ صدا روئے زمین کے کونے کونے تک پہونچ گئی یہاں تک کہ آئندہ نسلوں نے بھی اس پکار کو سن لیا، اور قیامت تک حق تعالےٰ نے جس کی مقدر میں حج کرنا لکھا ہے اس نے اس آواز پر لبیک کہا — لبیک اللھم لبیک واللہ علی کل شئی قدیر، حاضر ہوں یارب حاضر ہوں، اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے — حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اتنے کثرت سے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔

حضرت ابراہیم نے اس مبارک پتھر کو تعمیر کعبہ کے بعد حفاظت سے کعبۃ اللہ کے اندر رکھدیا تاکہ کوئی ملوث ہاتھ اس تک نہ پہونچ سکے، قریش نے بھی اسے کعبۃ اللہ کے باہر کعبہ کی دیوار سے لگاکر ... رکھا ہے اور اسی حالت میں ہزاروں سال گذر گئے تاکہ ان کے دین اسلام کا ظہور ہو — اس کو ملتزم کے مقابل مطاف کے کنارے سے ہٹادیا گیا تاکہ نمازی اس کے پاس اطمینان سے نماز ادا کرسکیں اور طواف کرنے والے بھی بغیر کسی تشویش کے طواف ادا کرسکیں۔

آج اس سنگ مقدس پر دونوں قدم مبارک کے آثار پائے جاتے ہیں اور انگلیوں کے نشانات نہیں دکھائی دیتے یہ نتیجہ ہے کہ ہزاروں سال سے لوگوں کا تبرکاً ہاتھ سے چھونیکا۔ ورنہ اس مقام پر آپ کے قدم مبارک کی انگلیوں کے نشانات واضح طور پر نمایاں تھے اسلام کے ظہور کے بعد بھی!

موطا ابن وہب میں آیا ہے کہ روایت کیا یونس نے کہ فرمایا انس رضی اللہ عنہ نے کہ دیکھا میں نے ابراہیم (علیہ السلام) کی دونوں قدموں کی انگلیوں اور تلووں کے نشانات لیکن لوگوں کے چھونے سے وہ مٹ گئے۔

(باقی آئندہ)

[۲] [illegible]

شعر و ادب

دورِ تباہی

از رئیس الشاکری ندوی

گلشن میں بہار آئی یا دورِ تباہی ہے
کوئی تو بتاؤ! کیوں؟ ہر گل پہ سیاہی ہے

انجام تمنا کا اے دوست! خدا حافظ
تعمیر کی راہوں میں تخریب کا راہی ہے

دو تنکے نشیمن کے آنکھوں میں کھٹکتے ہیں
فیضان کدورت ہے یا پست نگاہی ہے

ہمدرد ہیں کانٹوں کے پھولوں سے عقیدت ہے
اخلاص کے پیکر ہیں گو دل میں سیاہی ہے

یہ فصل بہاراں ہے یہ طوق و سلاسل ہیں
ٹھہرو! ابھی دیکھا کیا، یہ تو ابتدا ہی ہے

مشکوک نگاہیں ہیں، پاکیزہ وفاؤں پر
کہنا ہی پڑا ظالم! "یہ کور نگاہی ہے"

جو چاہو کہو لیکن روداد وفا یہ ہے
اپنوں سے تو کیا ہم نے غیروں سے نباہی ہے

ہر ذرۂ گلشن میں شامل ہے لہو میرا
ہر پھول کا چہرہ خود مائل بہ گواہی ہے

رفعت پہ سہی لیکن پستی سے محبت ہے
انسان کو کیا کہئے، مٹی سے نباہی ہے

پھر گردشِ دوراں کا کیا خوف رئیسؔ ہم کو
بازوؤں میں قوت ہے تائید الٰہی ہے

یہ نظم تعمیر ادب جودھپور کے مشاعرے میں ۳۰ ستمبر ۱۹۶۷ء کو پڑھی گئی۔

آہ بیت المقدس!

(ابوالاسرار رمزیؔ اٹاوی۔ جودھپوری)

افسوس ارضِ پاک کا نقشہ بدل گیا
جغرافیہ پہ جادوئے تاریخ چل گیا

ہاتھوں سے اپنے قبلۂ اول نکل گیا
"طوفانِ انقلاب" "سفینہ" نکل گیا

مرعوب کیوں ہو؟ جذبۂ ہمت کو کیا ہوا؟
اے اُمتِ نبیؐ تری غیرت کو کیا ہوا؟

جانے نہ پائے دور کناروں سے چھین لو!
بڑھ کر سفینہ وقت کے دھاروں سے چھین لو!

اپنا ہلال سرخ ستاروں سے چھین لو!
جو لٹ گئی بہار وہ خاروں سے چھین لو!

ثابت کرو کہ عزم کی پختہ چٹان ہو!
تم اس جہانِ خاک پر اک آسمان ہو!

غزل

از ــــــــ قمرؔ سنبھلی

رہِ طلب میں قدم جب ڈگمگائے ہیں
تمہارے غم نے مرے حوصلے بڑھائے ہیں

کبھی وہ یاد جو تنہائیوں میں آئے ہیں
ہماری آنکھوں نے پہروں گہر لٹائے ہیں

وفا کے ذکر سے بھی اب میں کانپ اٹھتا ہوں
وفا کے نام پہ وہ فریب کھائے ہیں

ملال، رنج، الم، یاس، درد، ٹیس، چبھن
رہِ حیات میں کیا کیا مقام آئے ہیں

کہو یہ گردشِ دوراں سے اب ٹھہر جائے
وہ آج بزم میں کیا ساغر بدست آئے ہیں

ترا خیال، ترا ذکر، ترا غم تری یاد
یہی تمہارے محبت میں کام آئے ہیں

سرِ نیاز ہمارا کہیں جھکا نہ جھکے
مگر ہے در ترا سجدے جہاں لٹائے ہیں

ضرور اپنے ہنسیں گے کبھی جہاں والے
جو میرے حالِ پریشاں پہ مسکرائے ہیں

کہاں کہاں سے مٹائے گی گردشِ دوراں
قمرؔ فضاؤں پہ ہم دو جہاں کی چھائے ہیں

شاعر کی تلوار

ابوالاسرار رمزی اٹاوی
(ایم، اے) جودھپور

"پیمبرانہ بصیرت" صلاحیتوں سے کام لینا جانتی ہے۔ حضرت حسانؓ میدانِ سخن کے سپاہی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو، ہجو گو شاعروں کو ترکی بہ ترکی، جواب دینے کیلئے مقرر کیا تھا، اسی کو انگریزی میں کہتے ہیں TO PAINT THE SAME —— COIN
حسان بن ثابت مُخضرم تھے ایک سو بیس سال کی عمر پائی ۶۰ سال جاہلیت میں گزارے اور ۶۰ سال اسلام میں۔ آپ نے جو قصیدہ کہا وہ بھی "مخضرمی" ہے۔ انھوں نے اس کو بزمانۂ جاہلیت شروع کیا تھا اور اسکی تکمیل اسلام لانے پر کی، یہ قصیدہ بحرِ وافر میں ۳۲ اشعار پر مشتمل ہے، ذیل میں ایسے دو اشعار دئیے جاتے ہیں جن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا REMARK ریمارک دیا۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

ترجمہ: اے ابوسفیان تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی جسکا جواب میں نے تجھے دیا اور اس کی جزا میرے لئے خدائے تعالےٰ کے یہاں مقرر ہو چکی۔

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَتِي وَعِرْضِي ۔۔۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو بچانے کے لئے میرے ماں باپ اور میرا مال و نفس سب سپر (SHIELD) اور آڑ ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو سنا اور سنکر کیا داد دی؟ ان دونوں شعروں پر "VICTORIA CROSS" یا वीर चक्र کا خطاب نہیں دیا بلکہ آخرت ساز جملے زبانِ مبارک سے ادا فرمائے۔

پہلے شعر پر یہ دعا دی:
جزاك على الله الجنة (تیری جزا اللہ کے یہاں جنت ہے)
جب حسانؓ دوسرے شعر پر پہونچے تو فرمایا:
"وقاك الله هول المطلع"
(آفتاب قیامت کے طلوع ہونیکے وقت کے "خوف" سے تجھے اللہ بچائے)

عالمِ اسلام

اب یہ بات ہر شخص پر عیاں ہو چکی ہے کہ یہودیوں کے ناپاک عزائم کا دائرہ فلسطین ہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے ذمہ دار حضرات نے اس بات کا صاف صاف اظہار کر دیا ہے کہ فلسطین پر حملہ ان کے توسیعی پروگرام بروئے کار لانے کی پہلی کڑی ہے اسی طرح یہ بات بھی مخفی نہیں رہی کہ صیہونی مسئلہ اب کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک انتہائی سخت اور خطرناک مسئلہ بن گیا ہے، جس کے زہریلے اثرات فلسطین ہی تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ اس سے بڑھکر پورے بلادِ عربیہ میں اس کا زہر پھیل جائے گا، اس کا نقصان صرف یہی نہیں ہے کہ یہودیوں نے فلسطین پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے، اور اس پر پورے طور پر اپنا غلط تسلط جما دیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر پورے شرق اوسط کا وجود خطرہ میں پڑ گیا ہے، اس کی آزادی، اس کی قیادت اور اس کی مقدس یادگاریں یہانتک کہ عقائد و مذاہب بھی خطرہ میں پڑ گیا ہے اور زندگی کے سارے گوشوں پر ان کا قبضہ اور تسلط ہوتا جا رہا ہے۔

یہ جنگ جو ہمارے اور پورے دنیا کے یہودیوں کے درمیان جاری ہے اور جس کی پشت پناہی اور جس کی ہر طرح کی اعانت استعماری طاقتیں کر رہی ہیں، یہ ایک انتہائی خطرناک لڑائی ہے یہ ہمارے لئے موت و زیست کی لڑائی ہے دو مختلف عقیدے کی لڑائی ہے، ہمارے یہ ناپاک دشمن ہمیں صفحۂ ہستی سے ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں، اور ہماری مستحکم بنیادوں کو متزلزل اور ہلا دینے کے درپے نظر آتے ہیں، ان کو حق و انصاف مواسات و ہمدردی نام کی کوئی چیز چھو نہیں گئی ہے، ہمارا فرض ہے کہ میدان میں اتریں اور ان کا دنداں شکن مقابلہ کریں ــــ بہ افسردگی، یہ شکست خوردگی اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے کے کیا معنی؟

کیا اسی طرح ہم اپنے مکار، عیار اور اخلاقی صفات سے عاری دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے؟ بلکہ اس واضح کھلی ہوئی، انتہائی تکلیف دہ حقیقت کے سامنے آجانے کے بعد ہم پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ مسئلہ فلسطین پر سنجیدگی سے غور کریں، سر جوڑ کر کوئی کارآمد تدبیر سوچیں، کوئی ایسا پلان بنائیں جس کو عملی جامہ پہنا کر اس مسئلہ کا حل نکالا جا سکے۔

اب وقت آگیا ہے کہ پورا عالم اسلامی ایک پلیٹ فارم پر آجائے، اس کے اندر صدق و اخلاص پختہ عزم پیدا ہوتا کہ یہودیوں کے ظلم و زیادتی، عدوان بدسرکشی اور اس سے پیدا شدہ اثرات کا مقابلہ کر سکے، کیونکہ یہ صرف عربوں پر ضرب کاری نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے تمام مسلمانوں پر ضرب کاری لگائی گئی ہے، یہ صرف عربوں کے لئے کھلا ہوا چیلنج نہیں ہے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے چیلنج ہے۔

ان کے متحد ہونے، اپنے اندر عزم راسخ پیدا کرنے کی ضرورت اب اس لئے بھی ہے کہ وہ "قدس" جو مسلمانوں کا قدیم اسلامی شہر ہے، تیسرا حرم ہے۔ انبیاء کا مہبط رہا ہے اور جہاں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں سیر کرائی گئی ہے، اس کو وہ یہودیوں کے ناپاک ہاتھوں سے نکالیں اور اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب ہو جائیں کہ مسجد اقصیٰ کی بنیاد پر سلیمان ہیکل کی بنیاد قائم کر دیں، اس کی ضرب صرف عربوں پر نہیں پڑتی بلکہ دنیا میں رہنے والے تمام مسلمانوں پر پڑتی ہے۔

امت مسلمہ پر فرض ہے کہ اپنے مصدر حقیقی کو مضبوطی سے پکڑے تاکہ وہ اسلام حنیف کی طاقت کو مضبوط بنا سکے اور اس کے لئے جو تخریبی اصول بنائے جا رہے ہیں اس کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ سکے۔

اسی طرح یہ بھی اس کے فرض منصبی میں داخل ہے کہ ایک ایسی اسکیم بنائیں جس کی بنیاد اقتصادی اتحاد پر ہو، جس میں تمام ممالک اسلامیہ عربیہ شامل ہوں، تاکہ اس سے تجارتی صنعتی، زراعتی میدانوں میں ہر امکانی کام لیا جا سکے اور اس کی بنیاد انتہائی مضبوط ستونوں پر ہو اور دوسرے یہ کہ جہاں تک ہو سکے جلد سے جلد بیرونی طاقتوں سے مدد......... لینے سے اپنے کو آزاد کرے۔

ممالکِ عربیہ میں یہودیوں کے ناپاک عزائم

ترتیب و تلخیص
اقبال احمد اعظمی ندوی

بڑے بڑے مغربی ممالک میں صیہونی اقتدار کا راز صرف یہودیوں میں منحصر نہیں رہ گیا بلکہ اس کا اثر و رسوخ ان ملکوں کے سیاسی کلیدی امور میں اس حد تک ہو گیا ہے کہ یہ ممالک اب اپنے کو اس کے ملعون اقتدار کے سامنے گھٹنہ ٹیکنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

درج ذیل اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ یہودی دنیا کے مختلف حصوں میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی تعداد اقوام متحدہ اور سوویت یونین میں آباد ہے۔ اور شہر نیویارک کی نصف آبادی یہودیوں کی ہے، وہاں ان کا اس قدر اثر ہے کہ بہت سے امریکی نیویارک کے بجائے "جیو یارک" کہنے لگے ہیں۔

اقوام متحدہ	۵،۶۶۰،۰۰۰
سوویت یونین	۳،۰۰۰،۰۰۰
فرانس	۵۰۰،۰۰۰
ارجنٹائن	۴۷۵،۰۰۰
برطانیہ	۴۵۰،۰۰۰
کناڈا	۲۷۰،۰۰۰
برازیل	۱۲۵،۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۱۶،۰۰۰
رومانیا	۱۰۰،۰۰۰
ہنگری	۸۰،۰۰۰
ایران	۸۰،۰۰۰
آسٹریلیا	۶۲،۰۰۰
اروگوائے	۵۰،۰۰۰
مراکش	۵۰،۰۰۰
ترکی	۴۴،۰۰۰
بلجیم	۳۵،۰۰۰
چلی	۳۵،۰۰۰
اٹلی	۳۵،۰۰۰
میکسیکو	۳۰،۰۰۰
مغربی جرمنی	۲۵،۸۰۰
تونس	۲۵،۰۰۰
ہالینڈ	۲۲،۰۰۰
پولینڈ	۲۰،۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۱۹،۰۰۰
چیکوسلواکیہ	۱۴،۰۰۰
حبشہ	۱۵،۰۰۰
ہندوستان	۱۴،۴۵۰
سویڈن	۱۳،۰۰۰
نمسا	۱۲،۰۰۰
لکسمبرگ	۱۲،۰۰۰
وینزویلا	۱۱،۰۰۰

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ضعف ایمانی اور شوق شہادت کی کمی کے بعد عربوں کی شکست کا سب سے بڑا سبب خوش فہمی خود فریبی اور غلط بیانی تھا

فوجیوں کے "حوصلے" بلند رکھنے کے لئے فلمی ستاروں کی تصویروں کی ایک لاکھ ۶۰ ہزار کاپیاں اگلے محاذ جنگ پر تقسیم کی گئیں!

کیا مصری راکٹ صرف موسمی تجربات اور فضائے بسیط کی معلومات فراہم کرنے کیلئے تھے؟

عالم عربی کے مشہور فاضل اور محقق ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے قلم سے

عالم عربی کے موجودہ المیہ پر جو کتابیں وہاں سے شائع ہوئیں ان میں دو کتابیں بہت زیادہ معیاری ہیں، ایک "حول النکبۃ الحاضرۃ" جو عالم اسلام اور عربی دنیا میں لکھے گئے چیدہ اہل قلم کے بیانات و تحقیقات پر مشتمل ہے، دوسری تازہ ترین کتاب "اعمدۃ النکبۃ" ہے جو عالم عربی کے مشہور محقق اور مصنف ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے قلم سے نکلی ہے اور بیروت کے اشاعتی ادارہ "دارالکتاب الجدید" نے شائع کی ہے۔ زیر نظر مضمون اس کے چند صفحات کا خلاصہ ہے جو مصر کے غلط پروپیگنڈے کو اچھی طرح سے بے نقاب کرتا ہے۔

ترجمہ و تلخیص
سعید الاعظمی ندوی

ادھر پچھلے چند سالوں میں انقلابی سوشلزم کے نعروں کی بدولت عرب قوم کی اکثریت ایک انتہائی خطرناک مرض کا شکار ہوگئی ہے، وہ ضعف ایمانی اور شوق شہادت کی کمی کے ساتھ خود فریبی اور خوش فہمی کے مرض میں مبتلا ہوچکی ہے، اور عرب عوام ایک مریضانہ ذہنیت میں اسوقت بری طرح گرفتار ہیں، اسکی وجہ صرف وہ غلط پروپیگنڈے اور جھوٹے دعوے ہیں جو فوجی طاقت کی اہمیت جتانے کیلئے برابر نشر کئے جاتے رہتے ہیں یعنی انتہائے زیادہ فخر و اطمینان کا اظہار اور حد سے زیادہ غلط...... اور خالی خولی شور و ہنگامے اور دوسری ہر طاقت سے بے اعتنائی برتنا خواہ وہ کتنی ہی طاقتور اور مستحکم کیوں نہ ہو۔

سب سے تکلیف دہ بات یہ ہے کہ عوام اس "سوجن" کو موٹاپا سمجھتے رہے، اور ڈھول کی حقیقت سے ناآشنا رہے، اس "سوجن" کی مثالیں بیان کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ وہ بے شمار ہیں، لیکن مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ہمیں یہ محسوس ہوسکے کہ ہم بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھے، اور ہماری خطرناک غلطیوں کا انجام اس بھیانک المیہ کی صورت میں پیش آیا جسکو ہم حالیہ عرب اسرائیل جنگ سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عرب حکومتیں امریکہ کے مقابلہ میں کمزور ہیں، اور امریکہ مصری صدر کے اعتراف کے بموجب دنیا کی سب سے طاقتور حکومت ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ہم امریکا کو کیوں گالیاں دیتے ہیں اور کیوں برا بھلا کہتے ہیں، اور اس کا فائدہ عالم عربی کو کیا پہنچ رہا ہے؟

کیا اسلئے کہ امریکا ہم سے ڈرتا ہے؟ اور وہ ہمارے حکام کی دست بوسی کی خاطر دوڑتا ہے، یا یہ کہ گالم گلوچ پر بڑے بھلے الزامات صرف ایک اعصابی جنگ کا نتیجہ ہیں جسکا مطلق کوئی فائدہ نہیں، یا محض اس کا مقصد مقامی طور پر اپنا الّو سیدھا کرنا اور عوام کو بیوقوف بنانا ہے۔

عرب اسرائیل جنگ سے ایک مہینے پہلے عرب سوشلزم کی نگرانی میں نکلنے والے اخبارات کا جائزہ لینے والا ہر شخص ان اخبارات کے کالموں کو امریکا کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے پائے گا۔

چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"امریکہ پیچھے ہٹ رہا ہے، چھٹا بحری بیڑہ اعصاب شکن انگریزیوں کا سہارا لے رہا ہے، روسی بحری بیڑہ جو راکٹوں سے لیس ہے، اس کا پیچھا کر رہا ہے" (الجمہوریہ یکم جون ۶۷ء)

"ہیل یونیورسٹی کے طلبہ نشہ آور چیزوں کا استعمال تیزی کے ساتھ کر رہے ہیں"، (الاہرام ۱۴ مئی ۶۷ء) "ایک اہم ترین رپورٹ جو امریکی پولیس کی بدعنوانی اور رشوت ستانی کا پردہ فاش کر رہی ہے" (الاہرام ۲ مئی ۶۷) "امریکن یونیورسٹیوں میں بد اخلاقی عام" (الاہرام ۱۴ مئی ۶۷) "شاہ حسین کی دھمکی امریکی صدر کو"، (الاہرام ۲ جون ۶۷)

یہ سرخیاں اور خبریں کیا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل نہیں ہیں کہ جان بوجھ کر امریکا کو بدنام کرنے کی کوشش کیجارہی ہے، خواہ یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط۔

الاہرام نے ۲ جون ۶۷ کے شمارے میں "امریکی دباؤ کا انجام ناکامی" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع کیا گیا تھا، جس میں مرقوم تھا "عربی انقلابی تحریک کا تیز رو دھارا کسی حال میں امریکا اپنی دھمکیوں، دباؤ اور لوٹ کھسوٹ کے حربوں سے روک نہیں سکتا، یہ دھارا امریکا کی فتنہ انگیز پالیسیوں سے جو بحر احمر کے قریب بروئے کار لائی جارہی ہیں اور چھٹے امریکی بحری بیڑے کے قائد کے احمقانہ بیانات سے بھی نہیں رک سکتا۔

۲۱ مئی ۶۷ء کا الجمہوریہ — "ہماری رائے" کے کالم میں یوں رقم طراز ہوا تھا:

اب جبکہ اسرائیلی ٹولیاں شامی محاذ کے سامنے پیچھے کیطرف بھاگ رہی تھیں اور وہ گھبراہٹ میں پیچھے مڑ مڑ کر سینا میں متعین مصری فوج کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں تاکہ وہ لوط کی بیوی کی طرح (توریت کی روایت کے مطابق) نمک کے مجسمے کی شکل میں منتقل ہوجائیں"۔

لیکن افسوس کہ اس بات کا ایک فیصد حصہ بھی صحیح ثابت نہیں ہوا۔

الاہرام نے اپنی ۲۵ مئی ۶۷ کی اشاعت میں "ساری دنیا کی نظر اسوقت ہم پر مرکوز ہے اور موقف کی قیادت ہمارے ہاتھ میں ہے" کے عنوان سے جو کچھ لکھا تھا اسے بھی ملاحظہ فرمائیے "آج پوری دنیا کی نظر قاہرہ پر مرکوز ہے جبکہ موقف کی قیادت اس کے ہاتھ میں ہے اس وقت پوری عرب قوم انتہائی جوش اور تیاری کے ساتھ اسرائیل سے ٹکر لینے کے لئے موقع کی منتظر کھڑی ہے......

لیکن عرب ممالک میں سامراجیوں کے زرخرید پٹھو ایسی پوزیشن میں نہیں ہیں جس پر ذرا بھی رشک کیا جاسکے، عربی انقلابی قیادت نے ان کو اس طرح گھیر لیا ہے اور انکے پیروں تلے سے زمین اس طرح کھسک گئی ہے کہ وہ اچانک اس بات کے سمجھنے پر مجبور ہوگئے کہ وہ سامراج کے مقابل میں کچھ نہیں کرسکتے جس کے اشاروں پر وہ گردش کرتے ہیں اور نہ اس قوم کو کوئی فائدہ پہونچا سکتے ہیں جو ان کی چالوں اور پرفریب زندگی سے خوب واقف ہوچکی ہے، اب ان کی آخری کوشش صرف یہ ہے کہ منافقانہ روش اختیار کرکے اپنے سامراجی آقاؤں سے رحم کی بھیک مانگیں، اور دوبارہ ان کے رحم و کرم پر اپنے عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑیں اور انکو کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتے رہیں، آج حزب کی راجدھانیاں سخت پریشانی میں مبتلا ہیں، سوئز کی شکست کے بعد سے اب تک ان کو ایسی پریشانی سے سابقہ نہیں پڑا تھا، چنانچہ متحدہ عرب جمہوریہ کو گھیرنے اور مخالف انقلابی طاقتوں کو بھڑکانے کی امریکی سازش بے نقاب ہوچکی ہے اور الٹے امریکہ کو اس سے سخت نقصان اٹھانا پڑگیا... مغربی حکومتیں بدحواس ہیں وہ دیکھ رہی ہیں کہ شرق اوسط میں صیہونیت، اور سامراجیت کے جارحانہ عزائم تیل کے چشموں سے ہمکو محروم کردیں گے، اور یورپ کی پوری آبادی دیکھتے دیکھتے مٹی دھنیر کا ڈھیر بنکر رہ جائیگی.....

جنگ کے آثار افق پر صاف نظر آرہے ہیں اور وہ لمحہ بلمحہ تیز تر ہوتے جارہے ہیں اور قریب تر آتے جارہے ہیں لیکن ہماری فتح کے آثار اس سے بڑھکر افق میں چمک رہے ہیں، حالانکہ ابھی معرکہ اپنی پہلی ہی منزل میں ہے"

لیکن الاہرام کی یہ خوش فہمی اور خود فریبی کتنی جلد ایک حقیقت کی طرح دنیا کی آنکھوں کے سامنے آکر رہی، اور پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ اس غرور و تکبر کا انجام کس صورت میں ظاہر ہوا!

حسنین ہیکل کے مضامین اس خود فریبی کی سب سے بڑی مثال ہیں، افسوس کہ ہیکل نے ۵ جون ۶۷ء سے پہلے جو کچھ بھی لکھا تھا، ۵ جون ۶۷ء کے بعد اس کے ایک ایک حرف کی تکذیب ہوکر رہی، ذرا ۲ جون ۶۷ کے مضمون کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے:

مصری فوج ایسی عظیم طاقت کے ساتھ آگے بڑھی کہ اسرائیلی فوج میں جنگی مواقع کا نقشہ بنانے والے ماہرین اس سے بالکل بے خبر ہے، اور وہ یہ بھی نہیں سمجھ سکے، کہ مصری فوج کا کہیں وجود بھی ہے، پھر جب مصری فوج آگے بڑھتی گئی تو سب سے پہلے اس کی بے مثال تیاری اور طاقت کو جس نے دیکھا اور محسوس کیا وہ اسرائیلی فوجی تنظیم کے سربراہ تھے، اور چند گھنٹے میں بین الاقوامی ہنگامی فوج پسپا ہوگئی، اور آبنائے تیران کے سامنے لگائی ہوئی مصری توپوں کی گھن گرج سنائی دینے لگی، اور اسرائیل چیختا رہا کہ اگر شرم الشیخ میں ایک مصری فوجی بھی داخل ہوگیا تو اس کا مطلب اعلان جنگ ہوگا، چنانچہ ایک بڑی مصری فورس جو خلیج عقبہ کو بند کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی، شرم الشیخ میں داخل ہوگئی اور اس نے خلیج عقبہ کو عملاً بند کردیا جبکہ اسرائیلی فوجی تنظیم اپنے ہوش و حواس کھوچکی تھی۔

مضمون کی آخری سطریں اس طرح ختم ہوتی ہیں:

"جو کچھ بھی ہوا اچانک اس، [illegible] نے اسرائیل کو ایک ایسی شکست فاش کی سزا بھگتنے پر مجبور کردیا ہے جو تقریباً متحقق ہوچکی ہیں، خواہ یہ شکست داخلی ہو یا خارجی"۔

اس کے بعد ۳۰ جون کو ہیکل نے قاہرہ کی غلط بیانیوں، خود فریبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اکثر ہماری باتیں اس سے زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوتی ہیں جس کا ہم ارادہ کرتے ہیں اور جس کو ہم انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارا ریڈیو اسٹیشن عموماً ایسی باتیں نشر کرتا رہا جس میں محض نقل کردینے اور پیس کر رکھدینے کے خالی خولی دعوے ہوا کرتے تھے۔

جنگ شروع ہونے سے دو ہفتہ قبل "الاہرام" نے ۲۱ مئی ۶۷ء کی اشاعت میں یہ شاہ سرخی لگائی — "ہماری فوجیں صرف ۴ گھنٹے میں پورے محاذ پر پھیل گئیں، اس محاذ کی لمبائی ایک ہزار کلومیٹر اور اس کی چوڑائی ۳۰۰ کلومیٹر ہے" اس کے بعد لکھتا ہے کہ "ہماری فوجیں بے مثال سرعت انتہائی کامیابی اور مکمل تیاری کے ساتھ ہر طرف پھیل گئیں اور جنوب میں شرم الشیخ اور شمال میں مقام رفح تک پھیلی ہوئی ہیں، اور صحرائے سینا کے اکثر حصے ایسی فوجی چھاؤنیوں میں تبدیل ہوگئے ہیں، جہاں ہر قسم کے جدید اسلحہ سے ہماری فوج لیس ہے اور دشمن سے ہر آن ٹکر لینے کے لئے بالکل تیار ہے۔

محاذ پر متعین "الجمہوریہ" کے نامہ نگار نے جو کچھ لکھا تھا وہ خود فریبی کی اعلیٰ ترین مثال ہے، ۱۲ مئی ۶۷ء کے الجمہوریہ میں وہ رقم طراز ہے۔

"صرف چند گھنٹے میں ہم اسرائیل کو پیس کر صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے ہیں، بجز اس کے کہ ہم اس جنگ میں اپنے تمام وسائل کو لگا دیں" آگے لکھتا ہے کہ "ہماری مسلح فوجیں انتہائی بے چینی کے ساتھ وقت موعود کی منتظر کھڑی ہیں اور اسرائیل کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کیلئے بے تاب ہیں"

کچھ فوجی افسران اور سپاہیوں نے جنہوں نے عبدالحکیم عامر سے محاذ جنگ پر ملاقات کی تھی، مجھے بتایا کہ ان کو پوری امید ہے کہ اسرائیل کو وہ پیس کر صفحۂ ہستی سے مٹا دینگے۔ ایک کرنل "اول مرتجی" نے مجھ سے کہا کہ آج ہماری فوجی پوزیشن ۱۹۵۶ء کی پوزیشن سے بالکل مختلف ہے ہم ۱۹۵۶ء میں کامیاب ہوئے تھے جبکہ تنہا اسرائیل ہم سے برسر جنگ نہیں تھا، لیکن آج اگر جنگ چھڑ گئی تو ہماری کامیابی کا تناسب یہ ہوگا کہ اسرائیل کا وجود صفحۂ ہستی پر کہیں نہیں ہوگا۔

اب ذرا مصری راکٹوں "ظافر، قاہر، رائد" کی کہانی بھی سنتے چلئے، ایک دفعہ ۲۳ جولائی یوم انقلاب کے جشن کے موقع پر ان کی عام نمائش بھی کرائی گئی، ذمہ دار حلقوں کا کہنا تھا کہ یہ راکٹ سوئز سے چھوڑے جائیں تو شمال اسرائیل تک پہونچ سکتے ہیں، اس "فتح عظیم" پر عربوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا...... لیکن یہی راکٹ جنگ کے عین موقع پر "دغا" دے گئے، اور اسرائیل کو ذرہ برابر بھی کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے...... عام طور سے لوگوں نے راکٹ کے بارے میں سوالات کرنا شروع کئے تو ان کو صرف یہ جواب ملا کہ سارے راکٹ صحیح و سالم دشمن کے قبضہ میں چلے گئے پھر مصری اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی (دیکھئے الانوار ۲۰ ستمبر ۶۷ کا شمارہ) کہ فوج نے خیانت کی ہے..... اسکے بعد ایک جرمن ماہر کی زبانی جو قاہرہ میں راکٹ سازی کے "کارخانے میں" ملازم تھا، اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ "دراصل یہ راکٹ جنگی استعمال کے لائق نہیں تھے، بلکہ وہ صرف موسمی تجربات اور فضائے بسیط کی معلومات حاصل کرنے کیلئے تھے"، ملاحظہ ہو الحیاۃ ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

سب سے عجیب و غریب بات جو اس المیہ

عوام کے اہم بنیادی اسباب میں شمار کی جاسکتی ہیں، وہ یہ ہے کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی تعداد میں فلمی ستاروں کی تصویریں چھاپ کر اگلے محاذ جنگ پر فوجیوں کے حوصلے بڑھانے کیلئے بھیجی گئیں "الاہرام" یکم جون ۶۷ کے شمارے کے آخری صفحہ کی سرخی ملاحظہ ہو، "ہمارے فوجیوں کیلئے مصر کے فلمی ستارے" عبدالوہاب، حلیم، نجاۃ، شادیہ کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوٹو" اسکی تفصیل یوں بیان کی ہے "رسالہ صوت الفن کے ایڈیٹر مجدی العمروسی نے عبدالوہاب، حلیم، نجاۃ اور شادیہ ہر ایک کے چالیس چالیس ہزار فوٹو چھاپے ہیں اور ان سب پر انہی کیطرف سے ہدیہ کی عبارت بھی طبع کی ہے تاکہ یہ سارے فوٹو کل اگلے محاذ پر جنگ والے ہمارے جوانوں کے لئے بھیجدیئے جائیں" ان حقائق سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ خوش فہمی، خود فریبی اور اپنے متعلق غلط فہمی، دوسرے کو حقیر سمجھنے کا روگ کس بری طرح ہمارے خواص و عام کو گھن کی طرح کھا رہا ہے، یہی وہ روگ ہے جس نے ہمیں اس تلخ نتیجہ تک پہونچا یا، ہم خود فریبی کے غرور میں مبتلا ہوتے رہے اور عملی زندگی کو نظر انداز کرکے صرف دعووں، چیلنجوں، اور غلط اندازوں پر تکیہ کرتے رہے عوام کے سامنے ملک کی جھوٹی اور پر فریب تصویریں پیش کرتے رہے یہاں تک کہ اس کا نتیجہ ۵ جون کی عبرتناک شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

از — شمس تبریز خاں

دعوت وتبلیغ کی عملی مشق وتربیت ہی وہ چیز ہے جس سے قرآن کے اسرار وحکم زندگی کے تجربات میں جاتے ہیں اور مسلمان قرآن کو پڑھنے کے بجائے اُسے برتنے اور زندگی میں نافذ کرنے لگتا ہے، ایمان و یقین قول سے زیادہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں اور لاالٰہ، قال سے زیادہ حال، کا تقاضا کرتا ہے، "مشکلات لاالٰہ" کا ظہور اجتماعی کاموں ہی میں ہوتا ہے، مسجد وخانقاہ میں تو وہ اور وظائف سے زیادہ نظر نہیں آتا۔ اللہ کی نصرت وتائید کا ظہور جماعتی نقل وحرکت ہی میں خوب واضح ہوتا ہے جب خدا کے مخلص بندے گھر بار چھوڑ کر اور انفرادی مشاغل سے منہ موڑ کر سب رشتے اور تعلق توڑ کر دیوانہ وار تلاش حق کی گلیوں میں نکل جاتے ہیں، اور حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات وماحول سے سابقہ پڑتا ہے دل شکن اور ہمت فرسا حوادث کا سامنا ہوتا ہے، اسوقت اپنی عبدیت کا احساس خدا کی طرف رجوع وانابت اور تضرع وابتہال، عرض ونیاز، سوز وگداز کا عجیب عالم ہوتا ہے۔

اس وقت بندہ قرآن کی عملی تفسیر سامنے دیکھتا ہے تو یقین بڑھ جاتا ہے، خدا کی رحمت شامل حال نظر آتی ہے اور اس کی بندہ نوازی کے مظاہر کھل کر سامنے آجاتے ہیں، ...ار رحمت اور ابر کرم کی خنکی سے روح ...تر ...تی ہے۔ اور "الا ان حزب اللہ ہم المفلحون" ایک حقیقت بنکر ...ا جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے ...ران ابھی یہ اترا ہے

ترے ضمیر پہ اجتک ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

تقریر بہت سادہ اور عوامی ہوتی، بظاہر اس خطابت کا کوئی جوہر نہیں ہوتا تھا مگر ابدی حقائق کا بیان اور ان پر ان کا غیر متزلزل ایمان دلکشی پیدا کرتا جاتا تھا، خطیب کا اخلاص نیت، بے غرضی وبے نیازی، لہجہ کا سوز وتاثیر، دل کی حرارت اور ایمان کی گرمی سے معمولی اور سیدھے سادے الفاظ میں بھی جان پڑجاتی تھی، خطابت نقوش کلام FIGHT OF SPEECH کی جلوہ گری ہی کا نام نہیں، خطابت کی روح اخلاص اور سچائی اور اپنی بات کے یقین سے بحیثیت ہوتی ہے، تقریروں کا عام موضوع مادیت کا ابطال، مغربی تہذیب کی پائیداری اور متاع دنیا کی ہیچ مقداری ہوتی لیکن اس خشک موضوع کو بھی ان کا ایمان ویقین باغ وبہار بنا دیتا اور سننے والے کو ایسا محسوس ہوتا کہ اُس نے کبھی اس موضوع پر سنا ہی نہیں، حالانکہ یہ تقریریں دن میں کئی بار ہوتی تھیں موضوع وہی ہوتا مگر جذبۂ نہاں انہیں بے پایاں بنا دیتا تھا۔

اس معاملہ میں بھی ہماری سطحیت اور ظاہر پسندی کا یہ حال ہے کہ ہم تقریر کے مغز ومفہوم سے قطع نظر ذائقہ کی تبدیلی کے لئے نئے اور دلچسپ موضوعات پر سنانا چاہتے ہیں، یہ اسی لئے ہوتا ہے کہ ہمیں ملت اسلامیہ کی دعوت فرائض اور تبلیغ دین کے مقاصد کو ثانوی اور ان کے مظاہر کو اولین درجہ دے چکے ہیں، مولانا کا اخلاص ان تمام آداب وتکنک سے بے پرواہو کر امت کے مسائل اور دنیا کی تباہی کو اپنا موضوع بنایا۔

"خدا کرتا ہے چیزوں سے ملک ومال سے، تجارت وزراعت سے، نقشوں اور منصوبوں سے کچھ نہیں ہوتا۔"

یہ جملہ مولانا کا تکیہ کلام تھا جو بنیادی فکر کی طرح جماعت تبلیغ کی روح میں پیوست ہوچکا تھا — مولانا اسے جتنا دہراتے اس کا لطف دوبالا ہوجاتا اور قند مکرر کا گمان ہوتا تھا۔ مولانا کی تقریر وگفتگو کے دلائل میں ایک خاص بات یہ ہوتی تھی کہ وہ کتابی ہوتے تھے اور نہ زیادہ عقل واستدلال، بلکہ ان کی اپیل دل سے اتنی شدید ہوتی کہ وہ لازمی طور پر الہامی اور عطیہ ربانی معلوم ہونے لگتے تھے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ "روح القدس" ان کی تائید کررہا ہے اور نوامیس فطرت ان کے ہمزبانی میں آمادہ ہیں۔

دعوت دین میں نبوت اور انبیاء کے طرز سے ہی رہنمائی ملتی ہے اس لئے مولانا انبیاء اور پھر ان کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوۂ حسنہ سے استدلال کرتے، کہ کس طرح انہوں نے آج سے بھی بدتر حالات میں کلمۂ حق کو سربلند کر دکھایا، اور جان کی بازی لگا کر خدائیت وللہیت کے ہتھیاروں سے مادیت کو شکست دی۔

جب وہ یہ کہتے کہ "خدا نے وادیٔ غیر ذی زرع میں نہ صرف حضرت اسماعیل کی حفاظت بلکہ اسے تماشا گاہ عالم دوں کا مرکز ثقل، روحوں کا آشیانۂ ابدی — اور پاکیزہ جذبہ واحساس کا مستقر بنا دیا، عاد وثمود کو باوجود ان کی تہذیبی برتری کے ملیامیٹ کر دیا۔

فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر کے باوجود عبرت ناک انجام تک پہونچا — حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی مرضی کے خلاف خدا کی حفاظت میں پروان چڑھے اور بالآخر کامیاب ہوئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے پاس کیا تھا مگر خدا کی نصرت وتائید سے اسلام نصف عالم پر حکمراں ہوگیا"، تو سنکر ہیں ایک نیا انقلاب محسوس ہوتا تھا جب وہ یہ تاریخی واقعات پیش کرتے تو مادی فلسفۂ تاریخ کے تار وپود بکھر جاتے اور یقین ہوجاتا کہ دنیا میں وہ سب سے حقیر اور بے اثر چیز ہے، زمام کار اور قدرت واختیار تو کسی اور غیبی ہاتھ میں ہے، سننے والے یقین کرنے لگتے تھے کہ ایک ایمان کی کنجی سے ہر قفل کھل سکتا ہے اور یہی وہ بنیادی حل ہے جس سے انسان اور زندگی کے مسائل حل ہوجاتے ہیں!۔

شخصیت اور تحریک

بقیہ — نئی دنیا

میری مراد مادی معیار سے ہے، تو اسے فرصت کے اوقات کا بہتر استعمال کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوگی، وہ گلی کوچوں میں بیٹھ کر وقت گذاری کرنے کے بجائے اپنی قوت فکر اور اپنی صلاحیتوں کو کسی نہ کسی چیز پر مرکوز کردے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ چیز ہندوستان کی مذاق کے لحاظ سے گیان دھیان ہی ہوسکتی ہے، اور یہی ایسی چیز ہے جس کا موقع مغربی باشندوں کے ہاتھ سے بڑی حد تک نکل گیا ہے، غور وفکر ایک مشیت عملی ہے، عہد وسطیٰ کا یورپی انسان غور وفکر کی صلاحیت رکھتا تھا، چنانچہ وہاں کے بڑے بڑے مذہبی رہنما اور پادری جو ایک طرف اگر میدان عمل سے دور معلوم ہوتے ہیں تو دوسری طرف روحانی اسٹیج پر وہ پوری آن بان سے سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔

یہ بطور خاص ایک ہندوستانی روایت ہے، یہ ضرور ہے کہ مغربی انسان چند صدیوں کے اندر جان بوجھ کر روحانی غور وفکر سے دور جا پڑا ہے اور رفتہ رفتہ ظاہر بین وظاہر پرست ہوکر رہ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم مادی اعتبار سے جتنے خوشحال ہوتے جارہے ہیں، روحانی اعتبار سے اسی قدر تہی دست ہوتے جارہے ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ

استخلاص بیت المقدس کا صحیح راستہ

از مولانا راغب احسن (ڈھاکہ)

تحریک تطہیر معاشرہ

مصر وعرب میں عیاشی وفحاشی، مادیت پرستی اور مغربی نفسیات کا زور ہے، رقص وسرود، شراب وکباب نے ایمان واخلاق کو برباد، اور قوم کو اندر سے بالکل کھوکھلا کردیا ہے، یہ گھن لگی ہوئی قوم ہرگز اسرائیل جیسی جفاکش جہادی زندگی گذارنے والی سخت کوش قوم کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے قوم کی ایمانی واخلاقی تطہیر اور تجدید حیات ضروری ہے۔

لازم اور ضروری ہے کہ شاہ فیصل خادم الحرمین، عیاشی وفحاشی اور فضول خرچی کی زندگی کے خلاف اعلان جہاد کریں اور تطہیر معاشرہ کی تحریک جاری کریں اور مسلمانوں کو تاکید کریں کہ ناچ رنگ، ڈنر پارٹی، گارڈن پارٹی اور ہر قسم کے لہو ولعب سے کم سے کم اسوقت تک قطعی پرہیز کریں جب تک بیت المقدس اور فلسطین مکمل طور پر آزاد نہیں ہوجاتا ہے

کفایت شعارانہ قومی معاشیات کا پروگرام

حالات کا مطالبہ ہے کہ اگر اسرائیل کے مقابلے میں عرب اپنی بقا وعزت چاہتے ہیں تو اپنے لئے انتہائی کفایت شعارانہ قومی معاشیات کے پروگرام کا اعلان کریں، ہر قسم کے تعیشات اور نمود ونمائش کے سامانوں کی یورپ وامریکہ وجاپان سے درآمد قطعی بند کردیں، انتہائی کفایت شعاری اور سادگی کی زندگی اور سخت محنت ومشقت کی ہر صعوبت زندگی سب کے لئے لازمی وجبری کرنے کا اعلان کریں ہر قسم کے اسراف وتبذیر کو سنگین تعزیری جرم بنادیں۔

اردن کی معاشی بحالی

حالیہ جنگ کا سب سے تباہ کن اثر اردن پر پڑا ہے، سب سے زیادہ جانی نقصان اور مالی ومعاشی تباہی اردن کی ہوئی ہے، اس کی آمدنی اور پیداوار کے تقریباً سارے ذرائع دشمن کے قبضے میں جاچکے ہیں، اس کی زرخیز زراعتی اراضی جو دریا اردن کے مغرب میں تھی، اسرائیل کے قبضہ میں جاچکی ہیں اردن کے ہتھیار برباد ہوچکے ہیں، اردن کسی طرح اپنی آمدنی سے اپنا معمولی بجٹ پورا نہیں کرسکتا، اردن کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے ایک مارشل پلان کی ضرورت ہے، عالم عربیہ واسلامیہ کا اولین فرض ہے کہ شیر دل بہادر اردنی قوم کی معاشی ومالی ودفاعی بحالی ومضبوطی کے لئے مستقل امداد کا مضبوط بندوبست کریں۔

تیسری عالمگیر جنگ کی تیاری ناگزیر ہے

اسرائیل سے دوسری جنگ ناگزیر ہے، مگر اسرائیل کے ساتھ دوسری جنگ در اصل تیسری عالمگیر جنگ ہوگی، لازم ولابدہے کہ عرب اور مسلمان اس تیسری عالمگیر جنگ کی تیاریوں کے لئے پوری توجہ اور کامل خلوص کے ساتھ وقف ہوجائیں، اور اسکو جہاد اکبر یقین کریں، اور ہر قسم کی عیش وعشرت وفضول خرچی اور فضول گوئی کو قطعاً حرام قرار دے کر کمال یکسوئی کے ساتھ اس آخری جنگ کے لئے خاموشی سے پوری پوری تیاری کریں، اور جب تک پوری تیاری نہ کرلیں کوئی بڑا اقدام نہ کریں۔

تیسری عالمگیر جنگ کے لئے اور اسرائیل وبرطانیہ وامریکہ اور اس کے حلیفوں کے مقابلے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف مصر وشام وار دن وسعودیہ وعراق والجزائر متفق ہوں بلکہ یہ لازمی ہے کہ سارے دول عربیہ بغداد سے اٹلانٹک تک اور سارے دول اسلامیہ استنبول سے جاکرتا اور پاکستان وافغانستان سے ماورطانیہ ومالی اور گنیتی وکامیروں تک متحد ہوں وحدت عربیہ واسلامیہ کے قیام واستحکام کے لئے آج بھی کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعلان اور قرآن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انقلاب آفریں، کہربائی دعوت، آسمان وزمین کی سب سے بڑی، سب سے طاقتور اور سب سے تعمیری وتخلیقی انسانیت پرور دعوت ہے جو عرب کو آج بھی امام عالم بنا سکتی ہے۔

صیہونیت کے مذہبی نیشنلزم کا مقابلہ صرف اسلام کا مذہبی نیشنلزم ہی کرسکتا ہے، دوسری کوئی روحانی وسیاسی طاقت آسمان کے نیچے ایسی نہیں ہے جو اسرائیل اور سفید سامراج وسرخ سامراج کی متحدہ قوت کو شکست فاش دے سکے، مگر اس کے لئے لازم اور ضروری ہے کہ ملت عربی وملت اسلامی، سرخ سامراج اور سفید سامراج دونوں سے آزاد ہوکر ایک متحد مستقل عالمی طاقت بنکر اپنے پیروں پر کھڑی ہو، اپنی تقدیر پر ایمان لائے، اپنے آپ کو پہچانے اور اپنے آپ کو اللہ ورسول اور اسلام کے لئے وقف کردے۔

عالم اسلام

بقیہ صفحہ ۱۸ کا

شہر

نیو یارک	۲،۵۱۸،۰۰۰
سان فرانسیسکو	۷۱۰،۰۰۰
بیونس ایرس	۳۰۰،۰۰۰
سٹوسٹیکاگو	۲۸۵،۰۰۰
لندن	۲۸۰،۰۰۰
پیرس	۲۵۰،۰۰۰
بوخارسٹ	۶۰،۰۰۰
سان وو	۵۵،۰۰۰
ریوڈی جانیرو	۵۰،۰۰۰
استنبول	۳۵،۰۰۰
سانتیاگو	۳۰،۰۰۰
میکسیکو	۲۵،۰۰۰
بروکسل	۲۳،۰۰۰
کیپ ٹاؤن	۲۰،۰۰۰
تونس	۱۹،۰۰۰
روم	۱۲،۰۰۰
امسٹرڈام	۱۰،۰۰۰
گھانا	۹،۲۵۰
سان ڈیگو	۹،۰۰۰
مغربی برلن	۶،۰۰۰
اتھینا	۳،۰۰۰
ہوانا	۱،۷۰۰
مشرقی برلن	۸۵۰

گذشتہ سے پیوستہ

تعمیری منصوبہ کے اہم نکات

از :- ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی

(۵) طبی شعبہ

محدود پیمانے پر ایسے نرسنگ ہوم اور شفاخانے (ڈسپنسریاں) جہاں کم قیمت پر یا مفت لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولتیں مل سکیں۔ امداد باہمی کے طور پر لوگ ایک معمولی رقم دے کر اس کے ممبر بن جائیں اس کے علاوہ ایسے علاقوں میں جہاں پر ڈاکٹروں کی سخت ضرورت ہے گشتی شفا خانے یا طبی کیمپ کا انتظام کیا جائے جہاں ایک مشن کے ماتحت مفت طبی امداد اور علاج معالجہ کی سہولت مہیا کیجائے۔

(۶) مسلم پراپرٹی کارپوریشن

حکومت کی مختلف ترقیاتی اسکیموں کی زد میں اکثر مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیاں آجاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے رہائشی مکانات چھین جاتے ہیں، کاروبار ختم ہوجاتے ہیں اور وہ خود انتشار کا شکار ہوجاتے ہیں اور وہ اس حال میں نہیں ہوتے کہ بڑا سرمایہ لگا کر اپنی پوزیشن برقرار رکھ سکیں، ان کی بحالی اور آباد کاری کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ایک ہاؤسنگ اسکیم کے ماتحت کم سرمایہ کے مکانات اجتماعی طور پر تعمیر کرا کے ان خانماں برباد لوگوں کو الاٹ کئے جائیں، اور ان سے مکان کی قیمت بالاقساط ہائر پرچیز (HIRE-PURCHASE) وصول پر وصول کی جائے اور اس طرح کچھ عرصے کے بعد وہ مکانات انھیں کی ملکیت ہوجائیں۔

(۷) امپلائے مینٹ اور انفارمیشن بیورو

ایک ایسے ادارے کا قیام بھی ضروری ہے جو مسلمان بے روزگاروں صنعتی کاروبار کرنے والوں یا تجارتی وتعلیمی کام کرنے والوں کو صحیح معلومات بہم پہونچا کر اور مفید مشورے دے کر اخلاقی مدد کرے، اور حتی الامکان ان کی مشکلات دور کرنے کی کوشش کرے۔

(۸) صنعتی کارخانے

بہت سی ایسی صنعتیں ہیں جن کا قائم کرنا زیادہ دشوار نہیں اور جن کی خود اس ملک میں بہت مانگ ہے اور اکسپورٹ کے ذریعہ بھی ان سے بہت نفع اٹھایا جاسکتا ہے، مشرق وسطیٰ خاص طور پر خلیج فارس کی ریاستوں میں بہت سی کمپنیاں ان صنعتوں سے لاکھوں روپیہ کما رہی ہیں اس سلسلہ میں چھوٹی صنعتوں مثلاً مشینوں کے پرزے چھوٹی مشینوں اور روزمرہ کے استعمال کی چیزوں سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس کے لئے صنعتی کارخانے قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس پر خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ مال دوسری کمپنیوں کے مقابلے میں کمتر نہ ہو اس کے علاوہ کچھ دوسری صنعتوں مثلاً چکن، زردوزی مرادآبادی برتن، آئرن فرنیچر اور گھریلو سامان اور دستکاریوں سے بڑی مدد مل سکتی ہے

(۹) ٹیکنیکل اسپرٹ کمیٹی

ان صنعتوں اور کارخانوں کے قیام کے لئے اعلیٰ سطح پر ایک ٹیکنیکل اکسپرٹ کمیٹی قائم کرنے کی ضرورت ہے جو ان صنعتوں اور کارخانوں کے پلان اور ڈیزائن وغیرہ تیار کرے اور عمارتی کاموں میں مدد دے سکے، یہ کمیٹی ممتاز اور ماہر انجینئروں پر مشتمل ہونی چاہئے۔

(۱۰) زرعی کارپوریشن

امداد باہمی کی بنیادوں پر ایک زرعی کارپوریشن قائم کرنے کی ضرورت ہے جو کسانوں کو بلالحاظ مذہب وملت کاشتکاری میں پیداوار بڑھانے کے بہتر طریقوں پر متوجہ کرسکے اور اپنے ماہرین کی مدد سے ان چیزوں کی کاشت کی ترغیب دلائے جن کی قیمت واہمیت بازار میں زیادہ ہے، مثلاً ترکاریوں پھلوں، اور جڑی بوٹیوں کی کاشت، نیز زرعی آلات (ٹریکٹر ٹیوب ویل وغیرہ وغیرہ) کی (جن سے انفرادی طور پر فائدہ اٹھانا عموماً مشکل ہوتا ہے) امداد باہمی کی بنیاد پر فراہمی کا انتظام کرے، یہ کارپوریشن دیہی صنعتوں کی تنظیم مثلاً پھلوں کے محفوظ کرنے کی ٹریننگ دینے زراعت کی ترقی کے متعلق فنی معلومات فراہم کرنے اور کسانوں کو جدید طریقوں سے آگاہ کرنے کی بھی ذمہ دار ہوگی۔

ثقافتی پروگرام

(۱۱) تربیتی کورس یا تربیتی کیمپ

کسی کام کے شروع کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت لائق اور باصلاحیت افراد کی ہے جو اپنے مشن سے اچھی طرح واقف ہوں، اور ان کو کسی خدمت سے عذر نہ ہو اسلئے سب سے مقدم کام یہ ہے کہ تجربے کے طور پر مختلف علاقوں کے پندرہ بیس افراد کا انتخاب کر کے خصوصیت سے کالج و یونیورسٹی اور دینی مدارس کے نوجوانوں کو ہفتہ دو ہفتہ تک ان کو ایک ایسے تربیتی کیمپ میں رکھا جائے جس میں ان کو مختلف شعبوں کے ماہرین اور دینی وسیاسی شخصیتوں سے

ہمارے مسائل

استفادہ اور تبادلہ خیال کا موقع مل سکے اور ان سب شعبوں کی افادیت واہمیت اور اس کے فکری اور عملی دونوں پہلوؤں سے آشنا ہوسکیں اور ان میں اس اہم دینی وتعمیری کام کا حوصلہ پیدا ہوسکے، جو ان کو ثقافتی واقتصادی دونوں میدانوں میں انجام دینا ہے، اس قسم کے تربیتی کیمپ جگہ جگہ کھولے جائیں اور شرکاء کی تعداد میں اضافہ کی کوشش کی جائے نیز اس بات کی کوشش کی جائے کہ اس میں باصلاحیت باعمل اور صحیح دینی جذبہ اور اسلامی روح رکھنے والے افراد زیادہ سے زیادہ شریک ہوں۔

(۱۲) کوچنگ سنیٹر

ایسے کوچنگ سنیٹر قائم کئے جائیں جہاں سائنس انگریزی اور ہندی میں انٹرمیڈیٹ اور ہائی اسکول کے طلبہ کو مقامی اچھے اساتذہ کے ذریعہ تعلیم دی جائے تاکہ وہ تعلیم میں امتیاز پیدا کرسکیں، کوشش یہ ہو کہ ہر شہر میں کم ازکم ایک کوچنگ سنیٹر ضرور ہو طلبہ سے معمولی رقم لے کر ممتاز اساتذہ کی بامعاوضہ خدمات حاصل کی جائیں۔

(۱۳) بچوں کی تربیت

اسی فیصدی بچے ایسے اسکول میں پڑھتے ہیں جہاں ان کو اسلامی تاریخ اور کلچر سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکتا ہے، ضرورت ہے کہ ہر ہفتہ چھٹی کے دن کسی ایک جگہ دو تین گھنٹے کے کھیل، کہانیوں اور مفید تعلیمی پروگراموں کے ذریعہ ان بچوں کی اس طرح تربیت کی جائے کہ یہ کمی دور ہوجائے۔

(باقی آئندہ)

مکتوب یورپ

از
مولانا عبداللہ عباس ندوی
بنام
مولانا محمد رابع صاحب ندوی

میرے ریسرچ کا کام ختم ہوگیا، آج THESIS جلد بندی ہوکر آگئی اور آج ہی داخل کر رہا ہوں، امید ہے کہ اسی ماہ میں "ویوا" ہوجائیگا۔

جولائی کے پہلے ہفتہ میں ڈگری مل جائے گی بشرط کامیابی، اور ہر حال میں ۱۵-۱۶ جولائی تک انشاءاللہ مکہ مکرمہ واپس چلا جاؤنگا "ویوا" میں دو شکلیں ہوسکتی ہیں یا تو کامیابی یا پھر رسالہ میں ترمیم واضافہ کا مطالبہ، دوسری شکل کم پیش آتی ہے، کیونکہ بیرونی ممتحن کو اسی وقت مدعو کیا جاتا ہے جبکہ اندرونی ممتحین (اپنی یونیورسٹی والے) اسکو پاس کردیتے ہیں، اور ان کے پاس کرنیکے بعد ہی جلد وغیرہ کرائی جاتی ہے۔

اب دعا یہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس ڈگری کو مفید بنادے، ہزاروں اور سینکڑوں کی تعداد میں ڈگریاں دنیا کی جامعات سے تقسیم ہوتی رہتی ہیں اور انکی جو حیثیت ہے وہ صرف یہ کہ یا تو خود فریبی اور مرکب میں پختگی ہوجاتی ہے، یا ملازمت کے متلاشی اس کو ملجأ بنالیتے ہیں، لیکن میرے پیش نظر اس سے جو کام لینا ہے وہ صرف یہ ہے کہ مغرب زدہ پر خود غلط قسم کے لوگ جو دینی تعلیم رکھنے والوں کو علوم حاضرہ اور جدید طرز تحقیق سے نابلد ہونے کا طعنہ دیئے رہتے ہیں ان کی زبان بندی کی جائے۔

دوسرا کام اگر اللہ تعالیٰ ہم کمزوروں اور عاجزوں سے لے لے تو یہ ہے کہ ان مستشرقین نے جو اسلامیات کے عنوان سے جو کام کئے ہیں ان کا پوسٹ مارٹم کیا جائے، اور یہاں رہ کر ان کے طرز تحقیق کو جو کچھ سمجھا ہے اسی طرز میں ان پر تنقید کیجائے، میرے ذہن میں اس کا پورا نقشہ ہے کبھی تفصیل سے بات کرینگے مگر یہ بہت ضروری کام ہے اور اسکی اہمیت کا اندازہ یہاں آکر ہوا، آج اکثر وبیشتر مشرقی ممالک کے مسلمان طلبہ جو اسلام پر کچھ پڑھنا چاہتے ہیں وہاں مستشرقین کے تحقیق پر ایمان رکھتے ہیں اور خود یورپین طلبہ جو عربی یا اسلام پڑھتے ہیں ان کو جو کتابیں مطالعہ کرائی جاتی ہیں یا جن کتابوں کے پڑھنے کی سفارش کی جاتی ہے وہ انہی مستشرقین کی ہوتی ہیں مثلاً اس یونیورسٹی میں بھی مانٹ گری واٹ کی کتابیں محمد ان مکہ محمد ان مدینہ وغیرہ عام طور سے طلبہ پڑھتے ہیں۔ اور اسلام کے متعلق ایک تصویر ذہن میں قائم کرتے ہیں جو کتابیں ہمارے ممالک میں لکھی جاتی ہیں انہیں انشائیت اور بلاغت کا عنصر تحقیق پر غالب آجاتا ہے، پھر ان کو پیش کرنیکا سلیقہ نہیں ہوتا اور جنکو یہ دونوں چیزیں حاصل یعنی مغربی طرز تحقیق سے بھی واقف ہیں اور پیش کرنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں وہ خود انہیں مستشرقین کے خادم اور وکیل ہیں جیسے پاکستان کے فضل الرحمٰن وغیرہ۔

یہاں سے واپسی کا وقت قریب آگیا ہے، جائزہ لیتا ہوں کہ اس ڈھائی تین سال میں کیا کھویا اور کیا پایا تو الحمدللہ اپنی نااہلیت کے باوجود شکر کی گنجائش زیادہ پاتا ہوں (میرے خانگی حوادث سے قطع نظر جو کہ مقدرات کے فیصلے ہیں) الحمدللہ کہ مجھے اپنے تمام معتقدات میں پختگی نصیب ہوئی، اسلام کی حقانیت بدیہی حقیقت معلوم ہوئی، ایک بات جسکے تسلیم کرنے میں تذبذب ہوجاتا تھا اب پختہ یقین ہوگیا کہ ہر پڑھے لکھے انگریز کو اگر واقعی کسی سے عداوت ہے تو وہ صرف مسلمان ہیں، یہ لوگ اپنا اصلی حریف صرف اسلام کو سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک اگر کوئی واقعی خطرہ ہے تو وہ مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ ہے انکو کمیونزم وغیرہ سے خطرہ نہیں ہے، یہ سب کو برداشت کرسکتے ہیں مگر اسلام کے ہر ایک سے ان کی صلح ممکن ہے، میں نے اس موضوع پر اتنا مواد جمع کرلیا ہے کہ ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے اقبال کی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" ایک شاعرانہ تخیل نہیں ہے بلکہ اندازہ ہوا کہ یہ تو سال کی زندہ حقیقت ہے اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس قوم کی ذہانت اور دوراندیشی کا دنیا میں جواب نہیں ہوگا جذباتیت غصہ اور اشتعال تو ان کو آتا ہی نہیں ہے جہاں تک حسن مدارات اور ظاہری اخلاق کا تعلق ہے اس کا بھی جواب نہیں، میں آپکو لکھ چکا ہوں کہ میرا پروائزر یعنی جس کے اشراف میں میں نے کام کیا ہے وہ یہودی ہے، آپ یقین کیجئے کہ ڈھائی سال تک روزانہ اس سے ملاقات ہوتی رہی، مگر کبھی ایک لفظ بھی مذہب یا سیاست پر وہ اشارۃً کنایۃً بھی نہیں بولا عرب اسرائیل جنگ کے سنگین لمحات گذر گئے مگر معلوم ہوا کہ اسکو دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے، رمضان میں ایک مرتبہ چائے پیش کی تو میں نے روزہ کا عذر کیا خود اس نے بھی چائے چھوڑ دی اور کافی معذرت کی کہ مجھے معلوم نہ تھا پھر پورے رمضان تک میرے سامنے نہ کھاتا پیتا تھا اور نہ چائے۔ میں عصر کی نماز اکثر ڈیپارٹمنٹ میں پڑھا کرتا تھا اور بعض اوقات ایک دو نمازی طالب علم آجاتے تھے جماعت ہوجاتی تھی جگہ تنگ تھی اس نے ایک مرتبہ دیکھ لیا، دوسرے روز ایک بڑی میز وہاں سے نکلوادی

بقیہ [illegible] پر

درسی کتب تیار کرنیوالی کمیٹیوں میں غیر سرکاری مسلمان

ماہرین تعلیم کی شرکت ضروری

دینی تعلیمی کونسل کا میمورنڈم وزیراعظم اندرا گاندھی کے نام

از —
ظفر احمد صاحب صدیقی
ایڈوکیٹ
سکریٹری دینی تعلیمی کونسل
اتر پردیش

قومی یکجہتی کونسل کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کے سامنے جو منصوبے ہیں ان میں جدید درسی کتب اور تاریخ کی کتابوں کی تیاری بھی شامل ہے۔ اس کے پیش نظر دینی تعلیمی کونسل یوپی کی طرف سے ایک میمورنڈم شریمتی اندرا گاندھی وزیراعظم ہند کی خدمت میں روانہ کیا گیا ہے، میمورنڈم کی نقل گورنر اتر پردیش کو بھی بھیج دی گئی ہے۔ میمورنڈم میں ریاستی حکومتوں کی غلط اور خطرناک تعلیمی پالیسی کیطرف وزیراعظم کی توجہ مبذول کراتے ہوئے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ کتابوں کی تیاری کے سلسلے میں جو بھی کمیٹیاں ہیں ان میں ایسے مسلمان ماہرین تعلیم بھی شامل کئے جائیں جو غیر سرکاری ہوں اور مسلمانوں کے احساسات وجذبات کی صحیح نمائندگی کر سکیں۔ ... میمورنڈم کا مختصر اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

"محترمہ!

قومی یکجہتی کونسل کے اجلاس سری نگر کی کارروائی اور اس کے فیصلوں سے متاثر ہو کر دینی تعلیمی کونسل کیطرف سے آپ کی توجہ ریاستی حکومتوں خصوصیت سے یوپی کی غلط اور غیر منصفانہ تعلیمی پالیسی کیطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

حکومت یوپی کی غلط تعلیمی پالیسی نے کسطرح اکثریتی طبقہ کے نوجوانوں کے دل و دماغ کو کس حد تک متاثر کیا ہے اور مسلمانوں کے جذبات کو کس طرح مجروح کیا ہے، اس کا اندازہ (BRIEF SCRUTINY OF PRESCRIBED BOOKS IN U.P.) یعنی (درسی کتب کا مختصر جائزہ) کے پڑھنے سے ہوگا جو شامل میمورنڈم ہذا کیا جا رہا ہے۔

زبان اور تاریخ کی کتابوں کے اسباق میں ایسے مضامین بھر دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ایک طرف اکثریتی طبقہ میں مسلمانوں کے خلاف منافرت کا جذبہ اور دوسری طرف مسلمانوں میں سخت مایوسی اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے، یہ دونوں چیزیں قومی یکجہتی کے حق میں سم قاتل کا اثر رکھتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس سے اتفاق رائے کریں گی کہ ملکوں کے مستقبل اور ان کی قسمت کا فیصلہ تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ پڑھے لکھے نوجوان مستقبل میں عوام کے لیڈر اور ملک کے معمار ہوتے ہیں۔ اگر ان کی تعلیم صحیح ہے اور ملک کی امنگوں کے مطابق ہے تو ملک کا مستقبل روشن ہے برخلاف اس کے اگر نوجوان کو فرقہ پرستی اور تنگ نظری پر مبنی تعلیم دی گئی تو ملک کی قسمت تاریک ہے۔

ایسے ملک میں جہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں، مختلف زبانیں اور تہذیبیں ہوں، یہ ضروری ہے کہ تعلیم کا ڈھانچہ ایسا بنایا جائے جس سے زندہ رہنے اور دوسروں کو زندہ رہنے دینے کا جذبہ اور آپس میں اتحاد پیدا ہو۔ ماہرین تعلیم کا فرض ہے کہ وہ تعلیمی نظام ایسا بنائیں جو ملک کی سیکولر جمہوریت کی پالیسی کے مطابق ہو، مگر بدقسمتی سے قومی یکجہتی کی آڑ میں اور ملک کی قدیم اور ایک خاص تہذیب وتمدن کو زندہ کرنے کے جوش میں مختلف ریاستوں خصوصیت سے یوپی میں منظم کوشش کی گئی کہ ملک کی ساری تہذیبیں اور مذہبی عقائد اس ملک کی قدیم روایات اور مخصوص عقائد میں ضم ہو جائیں، یہ سب کچھ دستور ہند کی دفعات ۲۸ و ۲۹ میں دی ہوئی واضح ہدایات سے بے نیاز ہو کر کیا گیا، جس کی بنا پر ملک کی پوری فضا شک وشبہ سے مسموم ہو گئی ہے۔ دینی تعلیمی کونسل ابتداء ہی سے یعنی ۱۹۵۹ء سے گورنمنٹ کی توجہ مختلف صورتوں سے اس خطرناک صورتحال کیطرف دلاتی رہی ہے مگر اس کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ مرکزی حکومت نے اب صورت حال کی خطرناکی کا اندازہ کر لیا ہے، چنانچہ مرکزی وزارت تعلیم کی طرف سے کانفرنس کے موقع پر جو نوٹ پیش کیا گیا ہے اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تاریخ کی کتابیں ایسی ہونی چاہئیں جو خلاف واقعہ نہ ہوں، اگر ان کو پڑھ کر بجائے منافرت کے یکجہتی کا جذبہ پیدا ہو، اور زبان کی

ہمارے مسائل

کتابیں اس انداز سے لکھی جائیں جن میں کسی مخصوص تہذیب کے احیاء کا جذبہ نہ ہو، نوٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتابیں ماہرین تعلیم کی مدد سے تیار کرائی جائیں۔

ظاہر ہے مندرجہ بالا سفارش نہایت پسندیدہ ہے، لیکن دار ومدار اس پر ہے کہ سفارش کو عملی جامہ کس طرح پہنایا جاتا ہے اور اس کا طریق کار کیا ہوگا، اگر حقیقی معنوں میں مندرجہ بالا منصوبہ کو کامیاب بنانا ہے تو ضروری ہے کہ کتابوں کی تیاری کے سلسلے میں جو کمیٹیاں بنائی جائیں ان میں مسلمانوں کے ایسے غیر سرکاری اور غیر سیاسی ماہرین تعلیم شامل کئے جائیں، جو مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کی صحیح ترجمانی کر سکیں، مجھے احساس ہے کہ مسلمانوں میں ایسے ماہرین تعلیم کی کمی نہیں، مسلمانوں میں متعدد تحریکیں وجماعتیں (جن کی ایک مثال دینی تعلیمی کونسل ہے۔) خالص تعلیمی کام میں مصروف ہیں، اگر مرکزی گورنمنٹ راضی ہو تو دینی تعلیمی کونسل یو۔پی ایسے ماہرین تعلیم قابل اعتماد افراد کی نشاندہی کر سکتی ہے جو کتابوں کی تیاری میں گورنمنٹ کی معقول امداد کر سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ اس حقیقت سے انکار نہ کریں گی کہ باوجود نیک نیتی کے غیر مسلم بسا اوقات مسلمانوں کے مذہبی افکار وجذبات کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

✧

مہمات

نیل سے مجاہد

تحریر کامل الشریف ✧ ترجمہ سید صدیق نسیم ندوی

ریلوے لائنوں کی بربادی سے اور ٹرینوں کو اڑانے کی کارروائی

خفیہ کارروائی کرنے والوں کے لئے ریل کی پٹریاں ایک بہترین نشانہ ثابت ہوتی ہیں، اور یہ چیز ایک طاقتور دشمن کے مقابلہ میں اپنی اہمیت و دور رس نتائج کے اعتبار سے بہت ہی آسان ہوتی ہے، ٹرین کو پٹریوں سے اتارنے کے لئے آپ کو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کرنا پڑے گا کہ کسی پٹری کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے اور پھر انجن کے پٹری سے علیحدہ ہوتے ہی تمام ڈبے آپس میں ٹکرا کر الٹ جائیں گے، اور بے شمار آدمی اس کی نذر ہو جائیں گے کبھی کبھی آپ دشمن کے ان نقصانات کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو اس کو پٹریوں کے اکھاڑنے سے پہونچتا ہے، دشمن کے فوجیوں کی ہلاکت و بربادی کئی دن تک آمد و رفت بند، پھر ان لمبی ریلوے لائنوں کی حفاظت پر دشمن کا مجبور رہونا، ایک منظم لشکر کے لئے یہ چیزیں لامتناہی الجھن او رمصائب کا باعث بنتی چلی جاتی ہیں، لیکن اگر کہیں آپ نے اپنے کو خطرہ میں ڈال کر پٹریوں کے نیچے بم وغیرہ رکھدیا تو پھر نقصان کی کوئی حد ہی نہیں ہوگی، یہی کارروائی آپ اور آپ کے ساتھیوں نے مختلف جگہوں پر متعدد بار انجام دیں تو پھر دشمن بے انتہا شک وشبہ میں پڑ جائے گا، اخوانی جیالوں نے دشمن کی فوجی ٹرینوں کو اسلحہ وگولہ بارود منتقل کرتے ہوئے کئی بار اسی طرح سے اڑایا ہے ذیل میں ایک اخوانی نوجوان کی کارگزاری ملاحظہ کیجئے۔

جب اس طریقہ سے دشمن کی ٹرینیں تباہ کرنے کی بیشتر چالیں کامیاب ہوگئیں تو انگریز نے ایک بہت ہی گھناونے طریقہ پر عملدرآمد شروع کر دیا وہ طریقہ یہ تھا کہ مصری مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی پسنجر ٹرین کو اپنی فوجی گاڑیوں کے آگے چلاتا تا کہ اگر کہیں بم وغیرہ رکھا ہو تو پسنجر ٹرین کے آتے ہی پھٹ جائے اور پھر فوجی ٹرین کسی بھی حادثے سے محفوظ رہے، اس طریقہ سے معصوم مصری مسافروں کا سخت جانی اور مالی نقصان ہوتا تھا لیکن دشمن مکمل طور سے محفوظ رہتا، اس سے پہلے تو ہم پٹریوں کے نیچے قسم قسم کے بم چھپا کر رکھدیتے تھے جو فقط کسی کے گذرنے اور ذرا سے دباؤ ہی سے پھٹ جاتے تھے، مگر انگریز کی اس تدبیر نے ہماری ایک نہ چلنے دی اور ہمیں ان وسائل کے کارآمد ہونے میں شک ہونے لگا، لیکن ہمیں بھی ایک دوسرے طریقہ کو استعمال کرنے کے لئے مجبور ہو جانا پڑا وہ یہ کہ جب ہم اچھی طرح سے یقین کر لیتے تھے کہ اب دشمن کی گاڑی گذر رہی ہے تو اس بارودی لائن میں جو پٹری کے نیچے ہوتی آگ لگا دیتے، دوسرے لفظوں میں اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے آدمی آنکھ بند کر کے اژدہے کے منہ میں کود پڑیں، لیکن بہر صورت ہمارے سامنے انتخاب کے لئے دو راستے نہیں تھے اس لئے ہمیں اسی راستہ کو انتہائی ہوشیاری سے استعمال کرنا تھا۔

قنطرہ کے قریب ریلوے لائن موٹروں کے دو راستوں کے درمیان سے گذرتی تھی جس میں کا ایک طریق قناۃ اور دوسرا طریق معاہدہ تھا، ہماری کارروائیوں سے عاجز آکر انگریزوں نے زیادہ حفاظت کی خاطر ٹرین کے ساتھ کنارے کنارے بکتر بند گاڑیاں چلانا شروع کر دیا تھا، قنطرہ میں ہمارے ذمہ ایک برطانوی فوجی ٹرین کو اڑانا تھا، اس کے بارے میں پورٹ سعید سے ہمارے کارکنوں نے یہ خبر بھیجی کہ کل ہی یہ گاڑی اسماعیلیہ کی طرف روانہ ہو جائے گی اس پر بہت سے بینگ اور کافی مقدار میں پٹرول کا ذخیرہ بھی موجود ہے، فوج کے ایک دستہ کو منتقل کرنے کے لئے اس میں دو مسافر ڈبے بھی جڑے ہیں آخر میں ایک ڈبہ اور ہے جس میں دس مسلح سپاہی گاڑی کی حفاظت کے لئے موجود ہیں، ان قیمتی معلومات کی روشنی میں ہم نے اپنی کارروائی کو جسے خودکشی کہنا زیادہ صحیح ہوگا عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک پلان

پامردی اور بےجگری کی بیمثال داستان

مرتب کر لیا، ہمارے دستہ کے سالار نے جب اس کے لئے ایک اخوانی رضاکار مانگا تو جتنے لوگ تھے سب ہی تیار ہو گئے، حتی کہ جب بات آگے بڑھنے کی نوبت پہونچی تو قرعہ ڈالنا طے ہوا اور قرعہ بھی ہم میں سے ایک انتہائی بہادر اور غیرت مند نوجوان کے نام پڑا جسے عبدالرحمن البنان کہا جاتا تھا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پیغام کا ٹکڑا سامعہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے جس کو انھیں میں کے ایک نوجوان نے اپنی مہم سر کرنے کے بعد بھیجا تھا۔

شام کو ہم اخوانیوں کی ایک چھوٹی سی ٹولی اس جگہ پہونچ گئی جسے ہم نے اس کارروائی کے لئے منتخب کیا تھا، وہاں پہنچتے ہی کچھ لوگ تو پٹریوں کے نیچے بارود بچھانے اور کچھ بجلی کے تاروں کو پٹری سے لیکر ایک گڑھے تک بچھانے میں مصروف ہو گئے جس میں بیٹھ کر عبدالرحمن آج کے پلان کو آخری شکل دینے والا تھا یہ جگہ ریلوے لائن سے دو سو میٹر سے زیادہ دور نہیں تھی، اس وجہ سے ہم عبدالرحمن کو اس مہم کی بھینٹ سمجھ کر اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھتے تھے جیسے وہ ایک شہید ہو جو چند ہی گھنٹوں بعد ہم سے جدا ہو جائے گا خود وہ بھی اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا اسی وجہ سے اس نے تمام رات نماز پڑھنے اور قرآن شریف تلاوت کرنے میں گذار دی۔

ایک تعجب خیز بات یہ تھی کہ ہم نے جس جگہ کا انتخاب کیا تھا ہمارا یہ ساتھی اس جگہ کو چھوڑ کر اپنے لئے دوسری کمین گاہ کا انتخاب کرتا ہے جو بمشکل لائن سے ۵۰ میٹر کے فاصلہ پر تھی ہمیں اس نے تبدیلی کا سبب یہ بتایا کہ وہ جگہ کافی دوری پر تھی، ہم کو پہلے سے بھی زیادہ جو چیز پریشان کر رہی تھی وہ تھی بلاکسی شک وشبہ کے اس کا ہم سے جدا ہو جانا اگر وہ کسی طرح سے دھماکہ کے اثرات سے بچ نکلا تو گاڑی کے محافظوں کی نظروں سے کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے اور ان بکتر بند گاڑیوں کی زد سے کیسے نکل سکتا ہے جو فوراً ہی لائن پار کر کے پہونچ جائیں گی، وہ دو آگ کے درمیان میں تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے بلکہ متعدد آگ کے درمیان جو اس پر ہر سمت سے مسلط تھیں اس کے باوجود ہم نے اس کو اس ارادے سے باز رکھنے۔ اور کسی دور و محفوظ جگہ کے انتخاب پر راضی کرنے کیلئے انتہائی کوشش کی لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا، اس کا

[illegible]

ایک ہی جواب تھا کہ ہمیشہ وہ خطرات کا پامردی سے مقابلہ کر چکا ہے اور پھر اس بات کو سامنے رکھکر کہ وہ عملاً مر چکا ہے اس کو اور بےجگری وپامردی سے اپنی مہم کو کامیاب بنانے کیلئے خطرات میں کود پڑنا چاہئے۔ "باقی"

کولمبیا	۱۱,۰۰۰
یوگوسلاویہ	۶,۵۰۰
یونان	۶,۰۰۰
بلغاریہ	۶,۰۰۰
عراق	۶,۰۰۰
لبنان	۵,۵۰۰
اسپین	۵,۰۰۰
نیوزی لینڈ	۵,۰۰۰
شام	۵,۰۰۰
آئرلینڈ	۴,۲۰۰
لیبیا	۴,۰۰۰
بولیفیا	۴,۰۰۰
جزائر	۳,۵۰۰
متحدہ عرب جمہوریہ	۲,۵۰۰
کیوبا	۲,۰۰۰
پناما	۲,۰۰۰
فنلینڈ	۱,۷۰۰
کوستاریکا	۱,۵۰۰
گوئٹے مالا	۱,۵۰۰
یارگوئے	۱,۵۰۰
اکوادور	۱,۲۰۰
ناروے	۱,۰۰۰
جمیکا	۹۰۰
جاپان	۸۰۰
پرتگال	۷۰۰
جبل طارق	۶۵
پاکستان	۵۰۰
ڈومینیکن	۵۰۰
سنگاپور	۵۰۰
مشرقی جرمنی	۴۵۰
سلفادور	۳۰۰
فلپائن	۲۵۰
عون	۲۵۰
نیکاراگوا	۲۰۰
سوڈان	۲۰۰
ہانگ کانگ	۲۰۰
ہنڈوراس	۱۵۰
گھانا	۵۰
قبرص	۵۰
چین	۲۰

بقیہ صفحہ ۶ کا

فرقے کو غیر مسلم بنا دیا جائے، جان بوجھ کر یا بلا ارادہ اس کے اندر اور بے چینی پیدا ہو جائے تو وہ گرمجوشی ان کے اندر باقی نہیں رہتی، وہ تعمیری ذوق ان کے اندر نہیں رہتا، پھر وہ اس ملک پر جان دینے کے لئے اس طرح سے تیار نہیں ہوتا جس طرح اپنا آدمی، دیکھئے وہ سپاہی محاذ جنگ پر کس طرح لڑتا ہے، جس کو اطمینان ہو کہ میرے گھر کی سب رکھوالی کرتے ہیں۔

بقیہ "اداریہ"

ہمارے ہندو بھائی پوچھتے ہیں کہ یہ اتحاد کس کے خلاف ہوگا، انکو کون بتائے اور کیسے بتائے کہ یہ اتحاد کسی کے خلاف نہیں ہوگا نہ کانگریس کے خلاف ہوگا، نہ جن سنگھ اور آر ایس ایس کے، یہ تو ملک کی وہ تصویریں ہیں جو بنتی بگڑتی رہتی ہیں ہمارا اتحاد اس روگ کے خلاف ہوگا، جس نے اس ملک کو سارے عالم میں رسوا کر دیا ہے، جو کمزوروں پر ظلم کرتا اور بے گناہوں کا خون بہا کر بزدلوں کی طرح خوش ہونا سکھاتا ہے اور جس کے سامنے مسلم دشمنی اور دولت پرستی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں جو ایک صوبہ کو دوسرے صوبہ سے ایک زبان کو دوسری زبان سے ایک طبقہ کو دوسرے طبقے سے ایک مذہب کو دوسرے مذہب سے لڑاتا ہے، جس نے جگہ جگہ سینائیں قائم کر دی ہیں اور پورے ملک میں من مانی کرنے کی چھوٹ دیدی ہے یہ اس روگ کے خلاف ہے جس نے عالمی برادری میں اس عظیم ملک کو بے یار و مددگار بنا دیا ہے یہ اس روگ کے خلاف ہے، جس نے اس ملک سے جوار و وطن کا تعلق ہی نہیں انسانیت کا تعلق بھی ختم کر دیا ہے اور جب جنون کا کوئی دورہ پڑتا ہے تو ایک جانور، ایک درخت اور پتھر کے ذرا سی ناخ پر سینکڑوں ہزاروں کا خون، آسانی کے ساتھ بہا دیا جاتا ہے اور اس کا تماشہ دیکھنے والوں کی پیشانی پر ایک شکن بھی نہیں پڑتی۔

یہ اتحاد معقولیت اور شرافت کے حق میں ہے، یہ انسانیت دوستی کے حق میں ہے یہ مساوی حقوق کے حق میں ہے، یہ ان تمام انسانوں کے حق میں جو انسانی حقوق پر عقیدہ رکھتے ہیں اور ان میں شرافت و سنجیدگی کی کوئی رمق باقی ہے، یہ ان سب لوگوں کے حق میں ہے جن کے اندر حق بات کہنے کا کسی درجہ میں حوصلہ ہے، جنکو اپنے ملک و وطن سے محبت ہے اور وہ اسکو برگ و بار لاتا اور ترقی کرتا دیکھنا چاہتے ہیں، یہ اتحاد ان تمام افراد اور جماعتوں کے حق میں ہے جو ملک کے بگڑے ہوئے حالات پر حقیقتاً بے چین ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ ملک کی اتنی بڑی آبادی کو جو ۹۰۔۱۰ کروڑ کی تعداد رکھتی ہو غیر مطمئن بے چین بدگمان اور بددل بنا کر وہ اس ملک کا بیڑا کبھی پار نہیں لگا سکتے۔

ہماری دشواری یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم مسائل کو صحیح طور پر سمجھ نہیں رہے ہیں یا اس سے صحیح طریقہ پر نمٹ نہیں رہے ہیں ہماری دشواری یہ ہے کہ ہم یہ کام ایک آواز کے ساتھ نہیں کر رہے ہیں، ایک نظام اور ایک پرچم کے ماتحت نہیں کر رہے ہیں۔

ہمارا احتجاج جو سنا نہیں جاتا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے اس کو زیادہ صحیح کر کے نہیں کہا یا زیادہ زور قلم کا مظاہرہ نہیں کیا، یا اس مسئلہ کے سارے رخوں کو سمجھے بغیر اور بغیر کسی شعور اور منصوبہ کے اس کو پیش کرنے لگے، اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم کو ہمارا راستہ نہیں معلوم، اور ہم جذبات کی رو میں ایک سمت کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

ہمارے احتجاجوں کی ناکامی کا سبب اب تک صرف یہ تھا کہ اس کی پشت پر کوئی طاقت نہیں تھی، ہم اپنے احتجاج اور میمورنڈم کے ساتھ اتحاد کی صرف ایک خیالی تصویر یا تپلار کھتے تھے جس میں سرے سے زندگی کا کوئی وجود نہیں تھا اور جس کی حقیقت سے دوست دشمن سب واقف تھے۔

اتحاد کی یہ وہ "شاہ کلید" ہے جسکو ایک بار حاصل کر لینے کے بعد، پھر کسی سنگ آستاں پر سر پھوڑنے اور کسی کے سامنے کاسۂ گدائی لے جانے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس سے انشاء اللہ ہماری زندگی کا ہر قفل کھل جائے گا۔ اور ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے یہ شاہ کلید ہم سے مستعار لینا چاہیں گے اور ہمارے تعاون و اشتراک کے خواستگار اور متمنی ہوں گے اور تعاون و اتحاد، معقولیت و مساوات، انسانیت و ہمدردی اور اخلاق و محبت کی وہ فضا پھر پیدا ہوگی جس سے یہ ملک ایک عرصہ سے محروم ہے، اور ان حوصلہ مند انسانوں کا عزم تازہ ہے جو اسکو نئی زندگی اور نئی توانائی عطا کریں اور اسکو ان اندرونی و بیرونی خطرات سے بچا سکیں جو اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔

ہم آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

بقیہ مکتوب لیڈس

تاکہ نماز کی جگہ نکل آئے یہ تو عدالت کا حال ہے دوسری طرف اس کا اصلی مشن بھی اسلام دشمنی کا دیکھنا ہو تو قرآن کریم کو محرف ثابت کرنے کے درپے ہے، مجھ سے اس موضوع پر بات نہیں ہوئی کیونکہ میرا موضوع ہی دوسرا تھا مگر اس کے مقالات میں نے پڑھے ہیں

افکار و اخبار

نئی دنیا

پروفیسر آرنلڈ ٹوائن بی [illegible]

امریکی میگزین "الف" نے اپنے لندن [illegible] کے حوالے سے مشہور برطانوی مورخ پروفیسر آرنلڈ ٹوائن بی [illegible] کا انٹرویو شائع کیا ہے [illegible] امریکی [illegible] اس ملاقات میں پروفیسر ٹوائن بی [illegible] خلاصہ اردو میں پیش [illegible]

ترجمہ: سید ضیاء الحسن ندوی

سوال: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ان بے فکروں HAPPISTS کی خاصی فکر ہے جنہیں حال ہی میں آپ نے امریکہ میں دیکھا ہے؟

جواب: درحقیقت ان لوگوں کے متعلق میری معلومات بہت سطحی نوعیت رکھتی ہیں، تاہم ان کی دو چیزیں ضرور ایسی اہم ہیں جو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کا تعلق کسی غریب طبقہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ سب خوشحال دولتمند لوگ ہیں، خاصی دولت کے مالک رہتے کے بعد بلکہ یہ اس سے تنفر کرنے لگے، ایسا بھی نہیں ہے کہ مال و دولت پہلی بار ان کے ہاتھ لگا ہو اور اس کے بعد مزید کی ہوس ان میں پیدا ہو گئی ہو، اس معاملہ میں وہ اپنے برطانوی ہم جنسوں سے بہت مختلف ہیں جو مزدور پیشہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے بازوئے عمل کے طفیل جلد ہی خاصی دولت جمع کر لیتے ہیں اور مال جمع کرنے سے ان کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اسے اپنی پسندیدہ چیزوں پر خرچ کریں، اچھے سے اچھا لباس زیب تن کریں، موٹر کاروں پر فراٹے بھرتے پھریں اور شاندار بنگلوں میں داد عیش دیں۔

امریکی بے فکرے، ان کے برعکس ایک دوسرے ہی ترقی یافتہ اور جدید تر دور سے تعلق رکھتے ہیں، وہ مخفی انداز سے امریکی زندگی کو ہدف تنقید بناتے رہتے ہیں انہیں کام سے چڑھ ہے، وہ اسکولوں کالجوں سے دور بھاگتے ہیں، ان کا کہنا ہے "ہم منشیات استعمال کریں گے اور بھیک مانگ کر زندگی گذار لیں گے، اسی طرح ایک دن ہم منزل مقصود کو پالیں گے"، یہ لوگ کسی حد تک ماؤزے تنگ کے اصولوں پر چلتے ہیں۔

سوال: ماؤزے تنگ کے اصول کیا ہیں؟

جواب: ماؤ کے مخالفین زیادہ تر بڑے بڑے صنعت کار اور سائنس و ٹکنالوجی کے وہ ماہرین TECHNOCRATES ہیں جو چین کو ایک جدید ترین ترقی یافتہ ملک بنانا چاہتے ہیں جبکہ ماؤزے تنگ سب سے پہلے کام کے قائل ہیں اور کام بند کر دینے، اسکول و کالج چھوڑ دینے، اور تخریبی مظاہرے کرنے کیلئے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں، ان دونوں نظریات میں تعدتی نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں، ان دونوں نظریات میں قدرتی فرق یہ ہے کہ ماؤ صرف تشدد پر یقین رکھتے ہیں جبکہ "یہ بے فکرے" ان سے زیادہ تشدد اور محبت کے قائل ہیں، اور یہ لوگ عملاً سخت تشدد کا تجربہ کرتے ہیں اپنی زندگی اسی کے مطابق ڈھالتے رہتے ہیں۔

سوال: بے فکروں کا دعویٰ ہے کہ وہ مادہ پرست نہیں ہیں، لیکن کیا منشیات کا استعمال کسی طرح بھی کہیں مادی حرکات نہیں ہیں؟

جواب: جی ہاں! نشہ آور چیزوں کے استعمال کا سخت مخالف ہوں اور اسے پوری طرح غلط سمجھتا ہوں، میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ امریکا اور بعض دوسرے شہروں میں سنگین صورت اختیار کر رہا ہے اور یہ محض وہ بدقسمتی ہے جسے سائنس اور ٹکنالوجی نے جنم دیا ہے، سائنس سے میرے بھلے دونوں طرح کے کام لئے جا سکتے ہیں، آپ ایٹمی طاقت ہی کو لے لیجئے، اس زبردست طاقت کا انکشاف سائنس ہی کا مرہون منت ہے اس کے باوجود ہم اسے برے مقاصد کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں، ٹھیک اسی طرح طبی مقاصد کیلئے ان نشہ آور چیزوں کا بہترین استعمال بھی کیا جا سکتا ہے لیکن یہ "بے فکرے" ان کے بدترین استعمال سے نہیں چوکتے،

سوال: کیا واقعی ان بے فکروں کے پاس کوئی ایسی چیز یا ایسا پیغام ہے جس سے وہ امریکیوں کے سامنے پیش کر سکیں؟

جواب: جی ہاں میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ قدرتی بات ہے کہ ان کے اسلاف کو جو مزدوروں کے متوسط طبقہ کی نمائندگی کرتے ہیں یہ کہنے کا حق ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری زندگی کا نصب العین اور ہمارا طریقہ کار صحیح نہ ہو، لیکن آپ کے پاس بھی اپنی زندگی کے لئے کونسا پروگرام ہے، بہت ممکن ہے کہ ہمارے طرز زندگی کو ناقابل قبول سمجھتے ہیں آپ حق پر ہوں، لیکن اس کا کوئی نعم البدل بھی آپ کے پاس ہے؟ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ حیات انسانی سے متعلق آپ کا مثبت رویہ کیا ہے؟

اگر ان بے فکروں کے پاس مذکورہ سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے تو وہ کچھ نہ کہہ سکیں گے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مستقبل میں انھیں کچھ کرنا بھی ہے یا نہیں؟

میں نے ایک ایسی بات سنی ہے جس سے مجھے بظاہر حوصلہ افزائی ہوتی ہے، وہ یہ کہ امریکہ کے بعض سیاسی مفکرین کچھ ایسے کاموں کی تلاش میں ہیں جنمیں ان "بے فکروں" کو لگایا جا سکے، اور یہ لوگ پوری ذمہ داری اطمینان اور ذہن کی صفائی کے ساتھ ان کاموں کو انجام دیا کریں، جیسے ان میں کے بعض لوگ کھیتوں میں کام کرتے ہیں — ترکاریاں اگاتے ہیں اور جب ان میں مثبت رجحانات پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ سماج کا مفید حصہ بنکر رہنا چاہتے ہیں تو یہ تجارت بھی کرتے ہیں اور دوسرے مفید کام بھی کرتے ہیں، لیکن پھر بھی ایک جدید تر نصب العین (آئیڈیل) اپنا کر اور ایک نئی روح کے مطابق خود کو ڈھال کر جس کے بعد دولت جمع کرنے کی فکر کسی ذہن پر مسلط نہ رہ جائے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ امریکی معاشرہ کیلئے ایک کمر بنالائحہ عمل دریافت کر سکیں گے۔

سوال: لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دور جدید میں سائنس و ٹکنالوجی کی روز افزوں ترقی ایک دن آدمی کے ہاتھ کام کرنے کے مواقع چھین لے گی، اور ان کے سامنے محض فریب گذاری بھی ایک بڑا مسئلہ بنکر رہ جائے گی، کیا اس قسم کے حالات پر بے فکری کے فلسفہ کا اطلاق ہو سکتا ہے، اس طرح سے کہ ہم گذرگاہوں پر بیٹھے ہوئے سگریٹ نوشی کرتے رہیں اور کچھ بھی کام کرنے کی ضرورت محسوس نہ کریں۔ HAPPYISM

نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے، لوگوں کو اس سے زیادہ مثبت کام کرنا چاہئے، ہندوستان کو لے لیجئے، اگر وہاں کے ہر باشندہ کو متوسط امریکی معیار زندگی نصیب ہو جائے۔ باقی صفحہ پر